قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

ماہنامہ ——— لاہور

خط و کتابت

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)

۲۵/بی، گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

پوسٹ کوڈ ——— ۵۴۶۶۰

ٹیلیفون : ۸۷۶۲۱۹

فہرست مضامین

علامہ اقبالؒ	ادارہ	۲
لمعات	ادارہ	۳
الیکشن ۱۹۹۳ء	ڈاکٹر سید عبدالودود	۸
علامہ اقبالؒ کی یادیں	ثریا عندلیب	۱۱
الیکشن ۱۹۹۳ء	عارفی سلطانہ	۲۴
جاگو ہوا سویرا	ساجد محمود	۲۸
دُعا کیا ہے	حکیم مسیح الدین صدیقی	۳۰
ڈاک	ادارہ	۳۴
نقد و نظر	ادارہ	۳۵
رابطۂ باہمی	بزمِ اوسلو، ناروے	۳۸
حقائق و عبر	ادارہ	۴۳
درسِ قرآن	ادارہ	۴۵
قانونِ خداوندی (انگریزی)	ڈاکٹر سید عبدالودود	۸۰

مجلسِ ادارت

مُدیرِ مسئول: محمد لطیف چوہدری

معاون : ثریا عندلیب

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

ناشر : عطاء الرحمٰن آرائیں

طابع : سید عبدالسلیم

مطبع : آفتاب عالم پریس

۳۰۔ ہسپتال روڈ، لاہور

فون ۲۲۷۳۹۲

مقامِ اشاعت: ۲۵/بی، گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

جلد ۴۶ ——— نومبر ۱۹۹۳ء ——— شمارہ ۱۱

بدل اشتراک

سالانہ

پاکستان ——— ۱۲۰ روپے

بیرونی ممالک ——— ۱۸ امریکی ڈالر

فی پرچہ: -/۱۰ روپے

ALLAMAH'S CORNER

ہوں وہ مضمون کہ مشکل ہے سمجھنا میرا

I am that article which is difficult to comprehend.

کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں

But if someone inclines towards understanding (me), then I am easy.

رند کہتا ہے ولی مجھ کو ولی رند مجھے

The profligate calls me a saint, the saint (calls me) a profligate.

سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں

I am perplexed listening to the utterances of the two.

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا

The myopic mullah thinks I am an unbeliever (Kaafir);

اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

And the Kaafir thinks I am a Muslim.

دیکھ اے چشم عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ

O inimical eyes! Do not look at me with disdain;

جس پہ خالق کو بھی ہو ناز وہ انساں ہوں میں

I am that human of whom the Creator is proud!

کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب

Some say that Iqbal is a Sufi,

کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں

Others think I am a lover of beauties!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

خدا خدا کر کے الیکشن کا مرحلہ طے ہوا، ہنگامے ماند پڑے، شب بیداریاں شروع ہوئیں، نتائج سامنے آئے تو قوم نے محسوس کیا،

میں دھوپ سے بچ کر تو نکل آیا ہوں لیکن
گرتی ہوئی دیوار کے سائے میں کھڑا ہوں

محسوس کیا کہ وہ بدستور بے یقینی کے صحرا میں بھٹک رہی ہے، نہ کوئی سایۂ دیوار ہے، نہ منزل کا سراغ، چھ ماہ کی تگ و دو کا نتیجہ ایک معلق پارلیمنٹ، وہی کھینچا تانی، اقتدار کے لئے وہی سیاسی حربے ــــ اور سبھی متفق ہیں کہ ان حالات میں ان سے بہتر، منصفانہ، عادلانہ، غیر جانبدارانہ اور شفاف الیکشن ممکن نہ تھے ــــ قوم حیران ہے کہ دھاندلی تو دھاندلی، منصفانہ چناؤ بھی ہمارے دکھوں کا مداوا نہ کر سکے۔ خلقِ خدا، آسمان کی طرف مُنہ اٹھائے فریاد کناں ہے،

خداوندا یہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں

اسلام اور نفاذِ شریعت کے نام پہ بڑی مدت بہت لوگوں نے اپنی اپنی دکانداری چمکائی، ۷۷ء کی وہ تحریک جو مرحوم بھٹو کو ہٹانے کے لئے چلائی گئی تھی، اسے کامیاب بنانے کے لئے اسے تحریکِ نفاذِ نظامِ مصطفٰے کا نام دیا گیا۔ یہ لوگ بھٹو کو ہٹانے میں تو ضرور کامیاب ہوئے مگر کیا یہ نفاذِ نظامِ مصطفٰے میں ایک قدم بھی آگے بڑھا پاتے ــــ یہ نہیں کہ یہ لوگ بے بس یا بااختیار نہیں تھے، خود ضیاء الحق انہی میں سے تھے، وہ ہمہ مقتدر تھے، سیاسیوں میں جو لوگ خود کو الٰہی نظام کے نفاذ کے علمبردار کہتے ہیں وہ ان کے ساتھ تھے، وزارتیں بھی ان کے پاس رہیں مگر اسلام کو (لپ سروس) سرسری ذکر کے سوا کچھ نہ مل سکا۔

ضیاء الحق صاحب کے گیارہ سالہ طویل دور میں اسلام کے نام پہ جو کچھ سزائیں اور کچھ نیم دلانہ اور نیم پخت قسم کے قانون بنائے گئے جو اسلام کا کوئی روشن رُخ تو دنیا کو نہ دکھا سکے، ہاں لوگوں میں کچھ شکوک اور اختلافات کو بڑھانے کا

باعث بنے۔

اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے انہوں نے ان لوگوں کو سرکار دربار میں مصاحب بنایا، انہیں سہولتیں، آسائشیں دیں، انعام واکرام، مرتبہ ومقام دیا جنہیں احبار ورہبان کہا جاتا ہے، سرکاری جلسوں، کانفرنسوں، سیمینارز میں اگلی صفوں میں یہی جبہ ودستار، عبا زیب تن اور رومال بردوش لوگ نظر آتے، یہ لوگ خوش کہ ہماری عزت افزائی ہوئی ہے اور وہ ذرائع ابلاغ سے لوگوں کے ذہنوں کو یہ متاثر کرنے کی کوشش میں مصروف کہ پہلی دفعہ علماء ومشائخ کو ان کا صحیح مقام دیا گیا ہے اور یہ مذہب کی بڑی خدمت ہے۔

اس سے ہمیں بھی انکار نہیں کہ یہ واقعی مذہب کی بڑی خدمت ہے ظل اللہ کو مفتیوں کی ہمیشہ سے ضرورت رہی کہ اس کی مرضی کو یہی لوگ تقدس بخش کر لوگوں کے لئے قابلِ قبول ہی نہیں محترم بنا سکتے ہیں اور بناتے رہے ہیں۔ سرمایہ داروں سے مل کر ملوکیت اور پیشوائیت ہمیشہ سے خلقِ خدا کو اپنے چنگل میں جکڑتے رہے ہیں اور یہی حربہ یہاں بھی آزمایا گیا۔ فرقہ واریت کو دستور میں تحفظ حاصل ہوا، برادری ازم کو فروغ حاصل ہوا، صوبائیت اور صوبوں کے حقوق کی آواز بلند ہوئی، علیحدگی کی تحریکوں تک کو نہ صرف برداشت کیا گیا بلکہ انہیں درپردہ تقویت دی گئی، لسانیت پہ مبنی تشخص کو فروغ حاصل ہوا ـــــ ہر وہ چیز بڑھی جو پاکستان کے تصور کی نفی تھی۔

ـــــ اور پھر ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر اس پر مستزاد، آج الیکن کے نتائج بتا رہے ہیں کہ مذہبی جماعتوں اور اتحادوں کے قومی اسمبلی کے ۱۵۱۔ امیدواروں میں سے صرف ۹ کامیاب ہو پائے ہیں اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ۲۳۵ امیدواروں میں سے صرف ۱۴ کامیاب ہو سکے ہیں، تو سب لوگ بظاہر حیران ہیں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ ہارنے والوں میں معمولی نام نہیں، قاضی حسین احمد، شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار نیازی، مولانا سمیع الحق اور مولانا شیرانی جیسے مشہور لوگ شامل ہیں ـــــ یہ لوگ تو ڈپلومیٹک زبان میں اپنی ہار کو خوشدلی سے تسلیم کر رہے ہیں اور دنیا والے کہہ رہے ہیں کہ پاکستانی عوام نے مذہبی جماعتوں کو یکسر رد کر دیا ہے۔ ادھر ان جماعتوں کے نام لیوا پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔

ایک کثیر الاشاعت اخبار میں جماعت اسلامی کے ہمنوا ایک کالم نگار رقم طراز ہیں۔

> "انتخابات نے اسلام آباد اور لاہور میں مضبوط حکومت کے قیام کی امید کو دھندلا دیا ہے
> ـــــ لیکن ان کا یہ پہلو بے حد اطمینان بخش ہے کہ نتائج ہر جماعت نے تسلیم کر لئے ہیں،
> انتخابی عمل اس قدر شفاف رہا کہ اس پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکی"۔

ایک اور صاحب جو ساری جماعتی سیاست، غیر سیاسی باتیں کہہ کر کرتے ہیں رقم طراز ہیں،

> "قوم نے مسلم لیگ نواز گروپ اور پیپلز پارٹی کو ووٹ دے کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے

اور اس قومی رویّے پر حیرت ہونی چاہیئے کہ جن لوگوں کو لٹیرا اور ڈکیٹ ثابت کیا گیا اور
جن لوگوں کے ذمّے قومی خزانے کے اربوں روپے باقی ہیں قوم نے پھر انہی کو ووٹ دے دیا'
کیا میری یہ رائے درست ہے کہ قوم مجموعی طور پر کرپٹ اور بدعنوان ہو چکی ہے چنانچہ خدا
اس قوم کو حاکم بھی اس جیسے کرپٹ اور بدعنوان دے رہا ہے ۔"

" افراد کی طرح قوموں کی بھی مت ماری جاتی ہے' اگر اسلامی فرنٹ کو ووٹ مل جاتے
تو یہ تنظیم ایک ایسے گروپ کی صورت میں اسمبلی میں موجود رہتی جو دونوں بڑی پارٹیوں کے لئے
حقیقی محتسب کا رول ادا کرتی ـــ لیکن قوم نے اپنی تقدیر چوروں اچکوں کے سپرد کر دی ہے۔"

انہیں کون یاد دلائے کہ کل آئی جے آئی میں یہی چور اچکے انہی صالح کندھوں پر سوار ہو کر اسمبلی میں پہنچے تھے یا شاید جماعت خود ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اسمبلی میں داخل ہوئی ـــ اگر جماعت مسلم لیگ (ن) کو کمتر برائی سمجھتی تھی تو

امیدوں میں پھر جان ڈالی ہے ہم نے
خدا تم کو توفیق دے اب وفا کی

کہہ کر کیوں اس پہ احسان نہیں رکھا۔

اللہ جانے تنہا پرواز کا جھانسہ انہیں کس نے دیا تھا اور جب وہ اس جھانسے میں آکر بے دریغ پیسہ خرچ کر رہے تھے یہ ہمدرد دانشور کہاں تھے۔ اس بار تو تنہا پرواز کے شوقین ایئر مارشل بھی مسلم لیگ (ن) کی چھتری کے نیچے سفر کر رہے تھے۔

دراصل ہمارے صحافیوں، دانش وروں کو بے لاگ اور غیر جانبدار ANALAYSIS اور تبصرے کی توفیق کم ہی ہوتی ہے۔

غیر سیاسی صحافی صاحب نے ایک بات کی طرف اشارہ ضرور کیا ہے اور یہ اہم معاملہ ہے جس پہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ـــ لکھتے ہیں۔

" فرنٹ نے قومی مسائل اور انتخابی ایجنڈے کی صحیح طور پر نشاندہی ہی نہیں کی۔ سود وغیرہ
بہت دُور کی باتیں ہیں، فوری مسئلہ معاشی تھا، گرانی، بے روزگاری وغیرہ عوام کے ذہنوں
میں ان مسائل کے بارے میں جو سوالات تھے فرنٹ نے ان کے جوابات کی طرف خاص توجہ
نہیں دی ـــ"

سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جو لوگ ان معاشی مسائل کو محور بناتے رہے ان کو تو آپ دائرۂ اسلام تک سے خارج قرار دیتے رہے۔

آج مجھے مشرقی پاکستان پھر یاد آرہا ہے' ان کا اصل مسئلہ بھی یہی معاشی مسئلہ تھا جسے شیخ مجیب اور بھاشانی

اچھالتے رہے اور مغربی پاکستانی سرمایہ دار ایک طرف شیخ اور مولانا کی خوشامد میں مصروف رہے اور دوسری طرف ہمارے
مذہبی حلقے ان بھوکے پیٹوں کو اسلام کا واسطہ دیتے رہے ــــ اس وقت انہیں کیوں وہ حدیث شریف یاد نہ آئی جو
وہ آج ہمیں سنا رہے ہیں کہ بھوک کفر کے قریب کر دیتی ہے ــــ ان کی اس بھوک کو عیار بھارت نے بہانہ بنا کر اس
کے ہمدرد کا روپ دھارا اور اپنے اسلامی بھائیوں سے جدا کر دیا ــــ اور یوں کانگریسی مسلمانوں کے امام البتہ
ابوالکلام آزاد کی وہ پیش گوئی پورا کرنے کا باعث بنے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اسلام ان دونوں بازوؤں کو تادیر
اکٹھا نہ رکھ سکے گا' یہ الگ بات کہ وہ اس کا باعث لسانی، ثقافتی اختلافات بتا رہے تھے۔
مگر اس میں قصور ان اسلامی بھائیوں کا بھی ہے جنہوں نے ان کی بھوک کا درماں نہ کیا بلکہ الشمس اور البدر کی
شکل میں انہیں دبانے اور مٹانے کی کوشش کی ــــ
ہمیں سوچنا چاہیئے ــــ مشرقی پاکستان کی اکثریت مسلمان تھی، اسی نعرے پہ ہندوستان سے الگ ہوئی تھی
وہ مغربی پاکستان سے زیادہ ہندو کی غلامی سے رہائی کے تمنائی تھے، سب سے پہلے پاکستان کے حق میں اسمبلی میں
ریزولیوشن بھی وہیں پاس ہوا ــــ آخر انہیں کیا ہوا کہ مغربی پاکستان سے علیحدگی کو آزادی سمجھنے لگے، ہندوستانی
فوج کو کس دل سے انہوں نے خوش آمدید کہا ــــ دانشورو سوچو وہ محرومی کتنی گھمبیر اور بھوک کتنی شدید ہوگی جس نے
انہیں کفر کے اس قدر قریب کر دیا۔

اسلامک فرنٹ ہی نے نہیں کسی بھی اسلامی جماعت نے معاشی مسائل کے کسی ٹھوس حل کی نشاندہی نہیں کی،
ٹی وی پہ جو منشور آئے ان میں معاشی مسائل کا کوئی (IN DEPTH) گہرا تجزیہ نہیں تھا، کوئی پریکٹیکل حل نہ تھا، خالی خولی
نعروں سے تو کسی کا پیٹ نہیں بھرتا ــــ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ان علماء کے بس کی بات بھی نہیں، تقدیر کے فلسفے
زندانی کیسے قرآنی انقلاب کی دعوت دے سکتے ہیں، بے حد و نہایت شخصی ملکیت کے حامی، غیر حاضر زمینداری کے شرعی
جواز کے علمبردار کیسے یہ سمجھ سکتے ہیں،

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین

مساوات محمود و ایاز کے صرف نماز کی صف میں اکٹھے کھڑے ہو جانے کا نام نہیں یہ مساوی معاشی مواقع کے حصول کا
نام ہے، یکساں تعلیمی اور علاج معالجے کی سہولتوں کے حصول کا نام ہے ــــ استحصال سے پاک معاشرے کا نام ہے
ــــ اس نظامِ صلوٰۃ اور اس ایتائے زکوٰۃ کا نام ہے جو مومنوں کا فریضہ قرار دیا گیا ہے جب انہیں استخلاف
فی الارض حاصل ہو۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہوگا جس میں ہر کسی کو اپنی مضمر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی پوری

سہولتیں میسّر ہوں گی۔ شرعی قوانین کی دہائی تو سبھی دیتے ہیں مگر جس شرعِ پیغمبرؐ آشکارا ہونے سے شیاطین مغرب تک لرزاں ہیں اس کی رُوح سے کوئی یہ کہہ کر پردہ اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا کہ

کس نہ باشد در جہاں محتاجِ کس
نکتۂ شرعِ مبیں ایں است و بس

ڈاکٹر سید عبدالودود

الیکشن ۱۹۹۳ء

مورخہ ۱۲ اکتوبر ۹۳ء الیکشن کا شور و شر ختم ہو چکا ہے لیکن نئی حکومت ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئی۔ الیکشن کے نتیجہ میں حسبِ توقع موجودہ وقت کی دو سیاسی قوتیں ابھر کر سامنے آ چکی ہیں اور دونوں برابر کی چوٹ ہیں۔ آج الیکشن ختم ہوئے تین روز گزر چکے ہیں لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ان دونوں قوتوں میں سے حکومت کونسی قوت بنائے گی۔ ایک ترازو کے دونوں پلڑوں میں دو قریباً ہم وزن چیزیں رکھ دی جائیں تو دونوں پلڑے برابر ہوں گے کسی ایک پلڑے میں کنکر کا ٹکڑا ڈال دیا جائے تو اوزان میں فرق نمایاں ہو جائے گا۔ اس الیکشن میں سیاسی کنکروں کے ٹکڑے بھی ظاہر ہوئے ہیں جن میں ہمارے مولوی صاحبان کے گروہ بھی ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ نے الیکشن کی لڑائی میں ایسا تہلکہ مچایا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کوئی زلزلہ آ گیا ہے۔ لیکن کامیابی انہیں بھی نصیب نہ ہوئی۔ ان سیاسی علماء کی ناکامی کی وجوہات صاف ظاہر ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ لوگ جس سیاسی مشینری کے کل پرزے بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنی دوہری پالیسی کی وجہ سے اس مشینری میں فٹ آ ہی نہیں سکتے۔ یہ نام قرآن و سنّت کا لیتے ہیں جو سیکولر کی ضد ہے۔ انہیں کون بتائے کہ بنیادی مسئلہ (SOVEREIGNTY) اقتدارِ اعلیٰ کا ہے۔ اسلامی نظامِ مملکت کے امور میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے جس کا نفاذ قرآنِ کریم میں دی گئی مستقل اقدار، احکام و قوانین کے ذریعے ہوتا ہے اور انہی کے دائرے کے اندر رہ کر قانون سازی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مغربی جمہوریت میں نظریاتی طور پر اقتدارِ اعلیٰ عوام کا تصور کیا جاتا ہے۔ گو یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ اصل حکمران یہاں بھی کوئی نہ کوئی ٹولہ ہی ہوتا ہے وہ چاہے نواز شریف کا ہو یا بے نظیر کا یا کسی اور کا۔ اور اس پر بھی بس نہیں، ہر ٹولے کے اندر بھی کوئی نہ کوئی ڈکٹیٹر بیٹھا ہوتا ہے سیاسی علماء نام "اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ" کا لیتے ہیں اور کام اسی نام نہاد "عوام کے اقتدار" کا کرتے ہیں۔ یہی چیز سیاسی میدان میں ان کی ناکامی، نامرادی، سبکی اور بے عزتی کا باعث بنتی ہے۔ فرعونوں اور ہامانوں کا ہر دور میں باہمی گٹھ جوڑ رہا ہے جس کی نمایاں مثال اس دور میں مملکتِ پاکستان کے آئین (CONSTITUTION) کی ہے۔ سیکولر ذہن کے علمبرداروں نے ملک کا موجودہ آئین وضع کیا اور اس آئین پر مولوی صاحبان کے دستخط کروا لئے۔ اس کا نام متفقہ

آئین رکھ لیا جس کا قرآنی آئین کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس میں دھوکے بازی یہ کی گئی کہ آئین کے PREAMBLE میں نام اللہ کی حاکمیت کا لکھ دیا جبکہ آئین کا باقی حصہ قرآنی احکام کے اکثر خلاف ہے بلکہ بعض جگہوں پر اس کی ضد ہے۔ چنانچہ اس آئین میں اللہ کی حاکمیت کے الفاظ کی حیثیت وہی ہے جو اکثر خط لکھتے وقت ۷۸۶ کے عدد کی ہوتی ہے۔ جس کا کوئی تعلق خط کے متن کے ساتھ نہیں ہوتا۔ یہی تضاد علماء حضرات کی ناکامی کا باعث بنا۔

اس ناکامی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن وسنت کا نام بھی صرف اس لئے لیتے ہیں کہ سنتِ رسولؐ کی اوٹ میں قرآنی احکام کے علی الرغم من مانی کر سکیں اور ان سے کوئی یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکے کہ کیا حضور نبی اکرمؐ نے جو مملکت کا نظام قائم کیا تھا وہ قرآن کے احکام وقوانین کے مطابق تھا یا نعوذ باللہ اس کے خلاف تھا؟ اب پاکستان کے موجودہ آئین میں ایسی شقیں موجود ہیں جو قرآن کے صریحاً خلاف ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان بھولے سے بھی اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر آئین کے آرٹیکل 20-B کی عبارت حسبِ ذیل ہے۔

"EVERY RELIGIOUS DOMINATION AND EVERY SECT. THEREOF SHALL HAVE THE RIGHT TO ESTABLISH, MAINTAIN ITS RELIGIOUS INSTITUTIONS."

"ہر مذہبی فرماں روا اور ہر فرقے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی اداروں کے قیام و انتظام کو عمل میں لا سکے۔"

یہ شق مولوی صاحبان نے نہ صرف یہ کہ اپنی مرضی سے آئین میں داخل کروائی ہے بلکہ وہ اپنے اس کارنمایاں پر فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس خلافِ قرآن اضافے کا احساس ہونا چاہیئے۔ قرآنِ کریم نے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳/۱۰۳) کا حکم دیا ہے اور انہی لوگوں نے فرقہ واریت کے قیام کو آئین میں شامل کر کے نہ صرف قرآن کے خلاف محاذ قائم کر دیا بلکہ رسولؐ کی امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قعرِ مذلت میں دھکیل دیا ہے۔ الیکشن COMPAIGN کے دوران دوسرے سیکولر ذہن کے سیاسی لیڈر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے رہے اور مولوی صاحبان ان سب کو برا بھلا کہتے رہے۔ ان کا سارا عمل منفی تھا۔ انہوں نے کوئی ایسا لائحہ عمل پیش نہیں کیا جس میں معاشرے کی اصلاح اور اسلامی نظام کے قیام کی طرف اشارہ ہو۔ انہوں نے اشارتاً بھی نہیں کہا کہ اقتدار میں آکر وہ معاشرے میں اونچ نیچ کو برابر کریں گے یا معاشرے میں مدارج سعی وعمل کے مطابق مرتب ہوں گے یا معاشرے میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا جس سے عوام الناس کے اندر سے موجودہ بے چینی اور مایوسی دور ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ان کے دورِ اقتدار میں ہر ایک کو معاوضہ محنت کے مطابق ملے گا یا کسی کے حقوق وواجبات سلب نہیں ہوں گے۔ انہوں نے اس کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا کہ ان کے دورِ اقتدار میں تمام امور کے فیصلے قانون کے مطابق ہوں گے اور کوئی انسان

کسی کا غلام یا محکوم نہیں ہوگا۔ انہوں نے ایک بھی اشارہ نہیں دیا کہ ملک میں لاقانونیت کے سدباب کے لئے وہ کیا انتظام کریں گے اور امورِ مملکت نااہلوں کے سپرد کرنے کے رجحان کو وہ کس تدبیر سے کم کریں گے؟ انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ملک میں رزق کی تقسیم کس طریق سے ہو گی اور معاشی ناہمواری کیسے روکی جائے گی؟ عصمت کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا؟ معاشرے میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا ہو گی؟ بکھری ہوئی امت کو امتِ واحدہ بنانا تو خیر ان کے مسلک ہی کے خلاف ہے۔

یہ اپنا مقام بھول گئے اور شکست ان کا مقدر بن گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے تاکہ یہ انسانوں کے لیڈر بننے سے پہلے خود اپنے آپ کو پہچان سکیں۔ فاعتبروا اولی الابصار۔

ثریا عندلیب

اقبالؒ کی یاد میں

قارئینِ محترم! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں۔ ۹ نومبر حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی تاریخِ پیدائش ہے۔ اس مبارک موقع پر اس دانائے راز کی یاد تازہ کرنا من حیث القوم ہمارا خصوصی شعار ہے۔ ہم مختلف تقریبات منعقد کر کے اپنے اپنے انداز میں عظیم مفکر شاعر اقبالؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ یقیناً اس روشِ حسنہ کو جاری و ساری رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اپنے رہنماؤں کو بھول جانا کسی قوم کے زوال کی پہلی علامت ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں صاحبانِ شعور و فراست اچھی طرح جانتے ہیں کہ اقبالؒ کا مفکرانہ کلام (جسے ترجمان القرآن کہنا بے جا نہ ہوگا) زندگی کے ہر روشن اور تعمیری پہلو کو بے نقاب کرتا اور بالعموم کُل نوعِ انسان جبکہ بالخصوص امتِ مسلمہ کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ یاد رہے۔ اقبالؒ نے ملّت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے صرف شاعری ہی کو ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس دیدہ ور نے اپنے افکارِ گرانمایہ کو خطبات مقالات، فرمودات اور مکالمات کی صورت میں بھی پیش کیا ہے۔ ان کی افادیت و اہمیت بلاشک و شبہ اقبالؒ کے شعری کلام کے ہم پلہ ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس خزینۂ علم و ہدایت کی طرف ہمارے ہاں عام طور پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ قوم کا پڑھا لکھا طبقہ اور تعلیم و تعلّم سے بظاہر وابستہ افراد بھی اقبالؒ کی پیش کردہ اس رہنمائیِ حیات سے محروم نظر آتے ہیں۔ اس تلخ حقیقت کے پیشِ نظر آج قارئین طلوعِ اسلام کے لئے اقبالؒ کے نثری افکار میں سے چند ایک پیشِ خدمت ہیں۔ انہیں پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ اقبالؒ کے یہ افکار کس قدر اپنے اندر آفاقیت لئے ہوئے ہیں اور ہماری قوم کو آج بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے قول و عمل میں ان کو لاگو کرنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے تھی۔ صرف اپنی فکر و سوچ میں تغیر لانا ہوگا۔ اقبالؒ کے ساتھ ہماری عقیدت و احترام کا حق صرف اس صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ہم ان تعلیمات کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنالیں جو ہمارے اقبالؒ نے قرآنِ کریم کی روشنی میں اپنے شعری و نثری کلام میں پیش کیں۔ یہی ہماری آزادی و استحکام کی راہ ہے۔

اقبالؒ کے نثری افکار سے رہنمائی

قرآن کی روسے، اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالمِ بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی، نہ انفرادی اور پرائیویٹ بلکہ خالصتاً انسانی ہے۔

اسلام کی روسے خدا اور کائنات، کلیسا اور ریاست اور روح اور مادہ، ہی کُل کے اجزائے مختلف ہیں۔ لہٰذا اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے الگ نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو بالآخر دوسرے کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا۔

ازروئے اسلام دین کا تعلق انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں دین اور دنیا دو الگ الگ معاملات ہیں اور انہیں ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام میں اصلاحی کوششیں دین و دنیا کی یکجائی سے ہیں۔ (بحوالہ تصنیف اقبالؒ)۔

"میں شاعر نہیں ہوں، شعر شناس ہوں اور حکمتِ زندگی اور حکمتِ دین کا طالب علم بھی ہوں۔ میری آرزو ہے کہ میں اپنے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں پر دین کے اسرار منکشف کرجاؤں۔ تاکہ وہ دین کے قریب آجائیں۔" بزبانی ڈاکٹر سید عبداللہ، حوالہ 'دیدہ و شنیدہ'

انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ دنیا کے لئے اس کا وجود زینت کا باعث ہو۔ اس کے ہر فعل میں ایک قسم کی روشنی ہو جس کی کرنیں اوروں پر پڑکے ان کو دیانت داری اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیں۔ اس کی ہمدردی کا دائرہ دن بدن وسیع ہونا چاہیئے تاکہ اس کے قلب میں وہ وسعت پیدا ہو جو روح کے آئینے سے تعصبات اور توہمات کے زنگ کو دُور کرکے اسے مجلّا ومصفّا کردیتی ہے۔ صدہا انسان ایسے ہیں جو دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر اپنے اخلاقی تعلقات سے محض جاہل ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی بہائم کی زندگی ہے کیونکہ ان کا ہر فعل خود غرضی اور بے جا خودداری کے اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ان کے تاثرات کا دائرہ زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے افراد تک محدود ہوتا ہے اور وہ اس مبارک تعلق سے غافل ہوتے ہیں جو بحیثیت انسان ہونے کے ان کو باقی افراد بنی نوع سے ہے۔ حقیقی انسانیت یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض سے پوری پوری آگاہی ہو اور وہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان درخت کی ایک شاخ محسوس کرے جس کی جڑ تو زمین میں ہے مگر اس کی شاخیں آسمان کے دامن کو

چھوتی ہیں۔ اس قسم کا کامل انسان بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر انسانی بچے کی تربیت میں یہ غرض ملحوظ رکھی جائے کیونکہ یہ کمال اخلاقی تعلیم و تربیت کی وساطت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو لوگ بچوں کی تعلیم و تربیت کے صحیح اور علمی اصول کو مدنظر نہیں رکھتے وہ اپنی نادانی سے سوسائٹی کے حقوق پر ایک ظالمانہ دست درازی کرتے ہیں جس کا نتیجہ تمام افراد سوسائٹی کے لئے انتہا درجہ کا مضر ہوتا ہے .... یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نفس ناطقہ قوار کا ایک مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اپنی ذات میں ایک واحد غیر منقسم شے ہے اور اس کی ہر ایک قوت کی نشوونما ہر دوسری قوت کی نشوونما پر منحصر ہے۔ جس طرح جسمانی اعضا تناسب کے اصولوں کے مطابق بڑھتے ہیں۔ اسی طرح نفس کے قوار کی نشوونما بھی انہی اصولوں کے تحت ہوتی ہے۔ لہٰذا تعلیم کا کامل طریق وہی ہوگا جو نفس ناطقہ کے تمام قوار کے لئے یکساں ورزش کا سامان مہیا کرے۔ ادراک، تخیل، تاثر، مشیت۔ غرضیکہ نفسِ ناطقہ کی ہر قوت تحریک میں آنی چاہیئے۔ کیونکہ کامل طریقِ تعلیم کا منشاء یہ ہے کہ نفسِ ناطقہ کی پوشیدہ قوتیں کمال پذیر ہوں۔ نہ یہ کہ بہت سی علمی باتیں دماغ میں جمع ہو جائیں۔ (حوالہ مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبدالواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی)

اقتباس از "بچوں کی تعلیم و تربیت" اقبال کا مضمون حوالہ مخزن، جنوری ۱۹۰۲ء۔

"پڑھے ہوئے شاگرد کو پڑھانا ایک آسان کام ہے۔ مگر ان جان بچوں کی تعلیم ایسا دشوار امر ہے کہ ہمارے ملک کے معلم اس کی دقتوں سے ابھی پورے طور پر آشنا نہیں۔ ہمارا پرانا طریقہ تعلیم چونکہ بچوں کے قوائے عقلیہ و واہمہ کے مدارجِ نمو کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ اس واسطے اس کا نتیجہ ان کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔ ان کے قوائے ذہنیہ برباد ہو جاتے ہیں اور ان کے چہروں پر ذکاوت کی وہ چمک نظر نہیں آتی جو اس بے فکری کی زندگی کے ساتھ مختص ہے۔ بڑی عمر میں یہ تعلیمی نقص اور بھی وضاحت سے دکھائی دیتا ہے۔ روزمرہ کے معاملات کو سمجھنا اور ان کی پیچیدگیوں کو سلجھانا جو ایک عملی طبیعت کے آدمی کے لئے نہایت ضروری اوصاف ہیں، اس میں سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے، اس کی زندگی ناکامیوں کا ایک افسوسناک سلسلہ ہوتی ہے اور سوسائٹی کے لئے ایسے لوگوں کا وجود محض معطل ہو جاتا ہے۔ سچ پوچھئے تو تمام قومی عروج کی جڑ بچوں کی تعلیم ہے۔ اگر طریقِ تعلیم علمی اصولوں پر مبنی ہو، تو تھوڑے ہی عرصے میں تمام تمدنی شکایات کافور ہو جائیں اور دنیوی زندگی ایک ایسا دلفریب نظارہ معلوم ہو کہ اس کے ظاہری حسن کو مطعون کرنے والے فلسفی بھی اس کی خوبیوں کے ثناخواں بن جائیں۔"

"معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں۔ کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک

کی خدمت کے قابل بنانا ان ہی کی قدرت میں ہے۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور سب کارگزاریوں سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری ملک کے معلموں کی کارگزاری ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس ملک میں اس مبارک پیشے کی وہ قدر نہیں جو قدر کہ ہونی چاہیئے معلّم کا فرض تمام فرضوں سے زیادہ مشکل اور اہم ہے۔ کیونکہ تمام قسم کے اخلاقی، تمدّنی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام قسم کی ملکی ترقی کا سرچشمہ اسی کی محنت ہے۔ پس تعلیم پیشہ اصحاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشے کے تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے اپنے طریقِ تعلیم کو اعلیٰ درجے کے علمی اصولوں پر قائم کریں۔ اس کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ ان کے دم قدم کی بدولت علم کا ایک سچا عشق پیدا ہو جائے گا جس کی گرمی میں وہ تمدّنی اور سیاسی سرسبزی مخفی ہے۔ جس سے قومیں معراجِ کمال تک پہنچ سکتی ہیں۔"

قومی زندگی: "دنیا میں کسی قوم کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس قوم کے افراد اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں۔ فرد کے تمام افعال و حرکات حقیقت میں قومی افعال و حرکات ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی بھی اپنی نہیں ہے۔ بلکہ قوم کی ملکیت ہے۔ خودکشی کیوں جرم قرار دی گئی ہے؟ بادی النظر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کا اقدام کرنے والے کو سزا دینا ظلم ہے۔ مگر یہ ایک سطحی خیال ہے۔ قانون نے اصولاً اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ فرد کی زندگی حقیقت میں قوم کی زندگی ہے اور خودکشی کرنے والا اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ حقیقت میں اس تمدّنی قوت کو معدوم کرنا چاہتا ہے جس کا وہ بحیثیت فرد قوم ہونے کا ایک مظہر ہے۔" (حوالہ مخزن ۱۹۰۴ء)

خطبۂ عید الفطر، حوالہ رسالہ صوفی، مارچ ۱۹۳۲ء۔ روزے کا فلسفہ (قرآنی آیات دینے کے بعد لکھا ہے)

"گویا روزہ انسان کو پرہیزگاری کی راہ پر چلاتا ہے۔ اس سے جسم اور جان دونوں تزکیہ پاتے ہیں۔ یہ خیال کہ روزہ ایک انفرادی عبادت ہے صحیح نہیں۔ بلکہ ظاہر و باطن کی صفائی کا یہ طریق، یہ ضبط، یہ حیوانی خواہشوں کو اپنے بس میں رکھنے کا نظام اپنے اندر ملّت کی تمام اقتصادی اور معاشرتی زندگی کی اصلاح کے مقاصد پوشیدہ رکھتا ہے۔ وہ فائدے جو ایک فرد کو روزہ رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں اس صورت میں بھی ہو سکتے ہیں کہ روزے بجائے مسلسل ایک مہینہ رکھنے کے کبھی کبھی رکھ لئے جاتے یا بجائے رمضان میں رکھنے کے سال کے

اور مہینوں میں رکھ لئے جاتے۔ اگر محض فرد کی اصلاح اور اس کی روحانی نشوونما پیشِ نظر ہوتی تو بے شک یہ ٹھیک تھا۔ لیکن شارحِ برحق کے سامنے فرد کے علاوہ تمام ملت کے اقتصادی اور معاشرتی تزکیہ کی غرض بھی تھی۔

صیام کا قومی اور ملی فائدہ یہ ہے کہ صاحبِ توفیق مسلمانوں کے دل میں اپنی قوم کے مفلس اور محروم افراد کی عملی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور صدقۂ فطر ادا کرنے سے قوم میں ایک گونہ اقتصادی اور معاشرتی مساوات قائم ہو....... مقصود یہ نہیں کہ اقتصادی اور معاشرتی مساوات محض ایک آدھ دن کے لئے قائم ہو جائے بلکہ ایک مہینے کا متواتر ضبطِ نفس تم کو اس لئے سکھایا گیا ہے کہ اقتصادی اور معاشرتی مساوات کو قائم رکھنے کی کوشش تمام سال کرتے رہو ـــــ"

"ہم کو قال کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کے واسطے حال پیدا کرنے کی کوشش کرو۔" (اقبالؒ)

از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد۔ اس سے میرا مطلب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ نبی کریمؐ نے دین کی وساطت دنیا میں حصہ لینا سکھایا۔ (اقبالؒ)

ایک شعر کی تشریح، اقبالؒ کی اپنی زبانی۔ حوالہ "آثارِ اقبال" صفحہ ۱۰۴، مرتبہ غلام دستگیر رشید۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

"کائناتِ عالم میں زندگی کی لہر کو میں ایک وسیع سمندر تصور کرتا ہوں جس میں چھوٹی چھوٹی موجیں نامعلوم طور پر معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ یہ موجیں محدود اور غیر مشترک انفرادی حیثیتوں میں ایک دوسرے سے ایسا ربط رکھتی ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتا۔ ہر موج بجائے خود ایک عالم ہے (لب کنٹز) تاہم وہ اپنے جیسے دوسرے عالموں کے ساتھ مربوط ہے (برگساں)۔ زندگی کے ان دو ابتدائی اور اصولی نظریوں کو قائم کرنے میں یورپ کے فلسفیوں کو کئی صدیاں درکار ہوئیں۔ لیکن قرآن مجید اس نظریہ کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ وَخَلَقْنَاكُمْ فِي نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ اور ہم نے پیدا کیا تم کو نفسِ واحدہ سے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر موج سمندر میں رہ کر اپنی انفرادی حیثیت قائم رکھتی ہے اور سمندر سے الگ ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ تھوڑے سے غور سے یہ بات معلوم ہوگی کہ ہر فرد افراد کے اس مجمع عظیم میں اپنے ماحول کا کس قدر ممنون ہے۔ جسم جو ہماری ہستی کو مادی مفہوم میں بطور فرد کے مشخص کرتا ہے۔ زبان جو ہم بولتے

ہیں. لباس جو ہم پہنتے ہیں اور بڑی حد تک خیال جو ہم سوچتے ہیں اور مذہب جس پر ہم اپنی زندگی منحصر رکھتے ہیں. وہ سب اسی جماعت کے اوضاع و اطوار کے پابند ہیں جس میں کہ ہم پیدا ہوتے ہیں ۔"

سالِ نَو کا پیغام. یکم جنوری ۱۹۳۸ء، آل انڈیا ریڈیو لاہور سے اقبالؒ کا یہ پیغام نشر ہوا تھا۔" تمام دنیا کے اربابِ فکر دم بخود سوچ رہے ہیں کہ تہذیب و تمدن کے اس عروج اور انسانی ترقی کے کمال کا انجام یہی ہونا تھا کہ انسان ایک دوسرے کی جان و مال کے دشمن بن کر کرۂ ارض پر زندگی کا قیام ناممکن بنا دیں. دراصل انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے اور جب تک تمام دنیا کی علمی قوتیں اپنی توجہ کو احترامِ انسانیت کے درس پر مذکور نہ کر دیں. یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی رہے گی. (ہسپانیہ کی مثال. ایک نسل، ایک زبان، ایک مذہب، ایک قوم ہوتے ہوئے محض اقتصادی مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں)۔ اس طرح یہ ظاہر ہے کہ قومی وحدت بھی ہرگز قائم و دائم نہیں۔ وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے. جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو مٹایا نہ جائے گا. جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا. جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی نہ بسر کر سکے گا اور اخوت و حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے ۔

اقبالؒ کے ایک لیکچر کا اقتباس. حوالہ: حیاتِ اقبالؒ کے چند مخفی گوشے. حمزہ فاروقی۔

" اسلام نے تیرہ سو سال میں انسانیت کی بدرجہا خدمت انجام دی ہے اور ممکن ہے آئندہ ہزار سال میں یا اس سے کم مدت میں اسلام ساری انسانیت کو متحد کر دے اور آدم کی اولاد میں سے غیریت و اجنبیت بالکل دور ہو جائے. اس وقت اسلام اپنے نصب العین پر پہنچے گا۔ میری رائے میں اس وقت اسلام کی قوتِ اتحاد و ارتباط میں سب سے بڑی مزاحم قوت جغرافیائی فوقیت ہے. اس لئے انسانیت کے سچے خادموں کا فرض ہے کہ وہ جغرافیائی فوقیت کی مزاحمت کو دور کریں۔"

اقبالؒ کے نادر مقولے

* جمہوریت ایک پردہ ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے انسان اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں ۔
* دنیا انسان کے لئے نہ انسان دنیا کے لئے. انسان کے لئے زندہ رہو اور خدا کے لئے مرو ۔

* علم صرف حقائق اشیاء کی جھلک دیکھتا ہے اور عشق ان کی جستجو کرتا ہے اور ان تک پہنچ جاتا ہے۔
* سائنس، فلسفہ، علوم اور مذہب کے تجارب وہ مختلف طریقے ہیں جن کے نتیجے سے انسان اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے۔

اقتباس تشکیلِ جدیدِ الٰہیاتِ اسلامیہ (مترجم نذیر نیازی)۔

دُعاء

دُعاخواہ انفرادی ہو خواہ اجتماعی ضمیرِ انسانی کی اس نہایت درجہ پوشیدہ آرزو کی ترجمان ہے کہ کائنات کے ہولناک سکوت میں وہ اپنی پکار کا کوئی جواب سنے۔ یہ انکشاف و تجسس کا وہ عدیم المثال عمل ہے جس میں طالبِ حقیقت کے لئے نفئ ذات ہی کا لمحہ اثباتِ ذات کا لمحہ بن جاتا ہے اور جس میں وہ اپنی قدر و قیمت سے آشنا ہو کر بجا طور پر سمجھتا ہے کہ اس کی حیثیت کائنات کی زندگی میں سچ مچ ایک فعال عنصر کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفسِ انسانی کی اس روش کے پیشِ نظر جو دعا میں اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے صلوٰۃ میں نفی و اثبات دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ دعا یا عبادت کا تعلق دراصل انسانی ذات کے باطن اور ضمیر سے ہے۔ اس لئے اس کی شکلیں بھی مختلف ہیں۔

اقبال کے حضور' (سید نذیر نیازی) میں سے اقتباسات۔

دین اور سرمایہ داری کے حوالے سے سوال کے جواب میں فرمایا۔

"زمین کے بارے میں شریعت کے احکام الحکم للہ واضح ہیں۔ قرآن پاک نے صاف اور صریح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ الارض للہ۔ البتہ اس سلسلے میں جو مشکل ہے وہ یہ کہ اسلام جیسا کہ بارہا کہہ چکا ہوں' دین ہے مذہب نہیں ہے۔ لہٰذا جہاں تک سیاسی اور معاشی مسائل کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک عمرانی تحریک بھی ہے لیکن یہی نکتہ ہے جو ابھی تک لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا (یہ بات ۱۹۳۷ء میں کہی گئی) لہٰذا اس سلسلے میں جو بے سر و پا سوالات اٹھائے جاتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بحیثیت ایک نظامِ مدنیت اسلام ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آیا۔ (صد افسوس کہ اس فرمودۂ اقبال کے چھپن ۵۶ سال گزر جانے پر بھی وہی حال ہے)۔ یہ نظامِ مدنیت ایک نہ ایک دن سامنے آئے گا لیکن اس وقت جب مسلمانوں کا ملی شعور بیدار ہو گا اور وہ سمجھیں گے کہ حیاتِ ملی عبارت ہے ایک سیاسی اجتماعی ہیئت سے نہ کہ محض ایک اخلاقی مذہبی نظام سے۔ ذرا اس شعور کو بیدار ہو لینے دو' زمانہ خود ہی سمجھا دے گا مسائل کیا ہوتے ہیں اور ان کی صحیح شکل کیا۔"

قرآن کے قوانین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا

"انسان کو ثبات کی طلب ہے. دستورِ حیات کی طلب ہے (بانگِ درا). یہ انسان کی عقل، اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہے جس میں قرآنِ مجید کا قانونِ حیات منکشف ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا (سورہ حمٓ السجدۃ آیت ۵۳). لیکن وہ ہے تو اس میں تمام و کمال موجود. جبھی تو قرآن نے دعویٰ سے کہا ہے کہ اس کی مثل کوئی سورہ لاؤ (۲/۲۴). یہ دوسری بات ہے نفس متناسبہ اسے اپنے احوال و استعداد ہی کے مطابق سمجھ سکتا ہے."

"کہا جاتا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے. مگر ان معنوں میں کہ اس نے ہمیں فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے یعنی عالمِ کائنات (فطرت) پر نظر رکھنے اور قوانینِ فطرت کے اتباع کا سبق دیا. مگر لوگ ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں اور آخر الامر اپنے ہی خیالات کی تاریکیوں میں کھو جاتے ہیں."

"قرآنِ پاک کا مطالعہ کیجئے تو اس کا مقابلہ دوسرے مذہبی صحائف سے بھی کرتے جایئے یوں اس کا فہم زیادہ آسان ہو جائے گا."

فرمایا:

"بات اصل میں یہ ہے کہ قرآنِ مجید قلب کے راستے سے بھی شعور میں داخل ہوتا ہے اور دماغ کی راہ سے بھی سمجھ میں آتا ہے. دماغ کی راہ سے سمجھ میں آنے کا مطلب ہے حقائق کا ادراک. علم اور فکر، تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں. حقائق کا ادراک ہمیشہ سے جاری تھا کبھی ایک حقیقت سمجھ میں آتی کبھی دوسری، کبھی جزواً کبھی تماماً. اب اگر انسان وہ سب حقائق جو اس نے اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں حاصل کئے یا جن تک عقل اور فکر کے ذریعے اس کی رسائی ہوئی، باہم فراہم کر لے اور ایک مربوط و منظم شکل میں پیش کرے تو اس سے قرآنِ پاک ہی کے ارشادات کی تصدیق اور ترجمانی ہو گی. حقائق کا ادراک ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا. قرآنِ مجید ان سب حقائق کا جامع ہے جو ہمارے ادراک میں آ چکے ہیں اور ان کا بھی جن کا ادراک باقی ہے. قرآنِ مجید نہ صرف حقائق کا جامع ہے بلکہ ان کی تصدیق کا بھی واحد ذریعہ (کہ ہم کوئی بھی اصول قائم کریں اس کی تصدیق قرآنِ پاک ہی کی بدولت ہو گی. یعنی اس راستے پر چل کر جو اس کے حصول کے لئے قرآنِ پاک نے ہمارے لئے تجویز کیا) فرمایا. میں نے کہا تھا. قرآنِ مجید دل کے راستے بھی شعور میں داخل ہوتا ہے. یہ حقیقت یوں سمجھ میں آئے گی کہ یہ کالج میں میری تعلیم کا ابتدائی زمانہ تھا. میرا معمول تھا ہر روز نمازِ فجر کے بعد قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا. اس دوران

میں والد ماجد بھی مسجد سے تشریف لے آتے اور مجھے تلاوت کرتا دیکھ کر اپنے کمرے میں چلے جاتے۔ میں کبھی ایک منزل ختم کر چکا ہوتا کبھی کم۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ والد ماجد حسبِ معمول مسجد سے واپس آئے۔ میں تلاوت میں مصروف تھا۔ مگر وہ جیسے کسی خیال سے میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں تلاوت کرتے کرتے رُک گیا اور منتظر تھا کہ مجھ سے کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ کہنے لگے تم کیا پڑھا کرتے ہو۔ مجھے ان کے اس سوال پر نہایت تعجب ہوا بلکہ ملال بھی۔ انہیں معلوم تھا کہ میں قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہا ہوں۔ بہرحال میں نے مؤدبانہ عرض کیا۔ قرآن پاک۔ کہنے لگے تم جو کچھ پڑھتے ہو سمجھتے بھی ہو؟ میں نے کہا۔ کیوں نہیں! تھوڑی بہت عربی جانتا ہوں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ انہوں نے میرا جواب خاموشی سے سنا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں حیران تھا۔ آخر اس سوال سے ان کا مطلب کیا ہے۔ کچھ دن گزر گئے اور یہ بات جیسے آئی گئی ہو گئی۔ لیکن اس کو چھٹا روز تھا کہ صبح سویرے حسبِ معمول میں قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ والد ماجد مسجد سے واپس آئے اور میں نے تلاوت ختم کی تو انہوں نے مجھے بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر بڑی نرمی سے کہنے لگے۔ بیٹا! قرآن مجید وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس پر اس کا نزول ہو۔ مجھے تعجب ہوا کہ حضورؐ رسالت مآب کے بعد قرآن پاک کیسے کسی پر نازل ہو سکتا ہے! معلوم ہوتا ہے وہ میرے دل کی بات سمجھ گئے۔ کہنے لگے مگر تمہیں کیسے یہ خیال گزرا کہ اب قرآنِ مجید کسی پر نازل نہیں ہوگا۔ کیوں نہ تم اس کی تلاوت اس طرح کرو جیسے یہ تم پر نازل ہو رہا ہے۔ ایسا کرو گے تو یہ تمہاری رگ و پے میں سرایت کر جائے گا۔ میں ہمہ تن گوش والد ماجد کی بات سنتا رہا۔ بلکہ اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا کہ قرآنِ مجید کی تلاوت ویسے ہی کروں جیسے کہ ان کا ارشاد ہے کہ انہوں نے کہا۔ سنو! "اللہ تعالیٰ کا ارادہ عالمِ انسانیت کو جس معراجِ کمال تک پہنچانے کا تھا اس کا آخری اور کامل و مکمل نمونہ ہمارے نبیٔ اکرم محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات میں ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ آدم علیہ السلام سے حضورِ اکرمؐ تک کہ خاتم الانبیا ہیں جتنے بھی نبی مبعوث ہوتے ان میں سے ہر ایک کا گذر مدارجِ محمدیہ ہی میں سے ہو رہا تھا۔ وہ گویا ایک سلسلہ تھا جس کا خاتمہ ذاتِ محمدیہ کی تشکیل پر ہوا۔"

حضرت علامہ کہنے لگے۔ "والد ماجد نے پھر خود ہی اپنے اس ارشاد کی تشریح کی۔ انہوں نے کہا۔ شعورِ انسانی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ بالآخر جب وہ مرحلہ بھی آ گیا کہ زندگی اپنے مقصود کو پا لے (المائدہ) تو ذاتِ محمدیہ بھی اپنی پوری شان سے

جلوہ گر ہو گئی۔ حضور رسالت مآبؐ تشریف لائے۔ باب نبوت بند ہوا۔ انسانیت اپنے معراجِ کمال کو پہنچی اور حضورؐ کا اسوۂ حسنہ دکاملہ ہی پر اعتبار سے ہمارے لئے حجت، مثال اور نمونہ ٹھہرا۔ اب جتنا بھی کوئی اس رنگ میں رنگتا چلا جائیگا اتنا ہی قرآنِ مجید اس پر نازل ہوتا رہے گا۔ یہ مطلب تھا میرے اس کہنے کا کہ قرآنِ مجید اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر اس کا نزول ہو۔"

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب — گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

ایک دوسرے موقع پر فرمایا،

"اسلام نے ہر معاملے میں ایک فطری اور طبیعی روش اختیار کی۔ اس لئے کہ اسلام کا مقصود ہے فرد اور جماعت کی تربیت، اس کی ہمہ وجوہ اور مسلسل نشوونما۔ اسلام قوائے حیات کا شیرازہ بند ہے۔ اسلام ہی وہ ائتلاف ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور ہے۔ ائتلاف کا مطلب یہ ہے کہ جملہ قوائے حیات کی شیرازہ بندی صحیح اصول پر ایک تعمیری مقصد کے لئے۔"

بحوالہ روزگار فقیر، جلد دوم، مرتب سید فقیر الدین)

"معلم آفتاب ہے"

ایک بڑے استاد اور معلم کی حیثیت سورج کی سی ہے جو اپنی روشنی اور حرارت ہر چیز تک بے کم و کاست پہنچاتا ہے۔ لیکن اس کا اثر مختلف چیزوں پر مختلف ہوتا ہے۔ کسی پر اچھا اثر کسی پر بُرا۔ آفتاب کی روشنی اور گرمی سے پودوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ انسانی جسم قوت اور توانائی حاصل کرتا ہے اور بوسیدہ چیزیں پہلے کی نسبت زیادہ بوسیدہ اور فاسد ہو جاتی ہے۔ گویا جس چیز میں اچھی یا بُری جو صلاحیت ہوتی ہے اس کی نشوونما ہوتی ہے اور وہ منظر عام پر آجاتی ہے۔ اس اصول کے تحت کسی بڑے استاد کے شاگردوں کا یکساں ہونا ضروری نہیں۔ ہر ایک شخص میں جو صلاحیت موجود ہو گی استاد کی کوشش اور توجہ سے اس میں ترقی ہو گی۔

قرآن کا احترام

"یہ کسی قیمتی اور خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر اور عطر میں بسا کر اونچی جگہ پر رکھنے والی کتاب نہیں۔ بلکہ یہ تو انسان کے ہر وقت کام آنے والی کتاب ہے۔ چونکہ مجھے اکثر اس کے حوالے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے میں نے اسے مطالعے کی میز پر دیگر کتابوں کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔"

۱۹۳۷ء میں علامہ اقبالؒ کا پروفیسر آل احمد سرور کو خط۔

"میرے نزدیک فاشزم، کیمونزم یا زمانہ حال کے اور ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی رُو سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ہر نقطہ نگاہ سے موجبِ نجات ہو سکتی ہے۔"

(حوالہ افکار و تصوراتِ اقبال۔ ڈاکٹر ایم ایس منہاج الدین)

"علم ترقی نہیں کرتا جب تک مشاہدے اور تجربے سے کام نہ لیا جائے، جب تک تحقیق و تفتیش کا سلسلہ جاری نہ رہے۔ (پھر افسوس سے کہا) عالمِ اسلام میں تجربہ و تحقیق کا خاتمہ ہو چکا ہے نہ استعجاب علم ہے نہ علم کے لئے سعی و کاوش۔ یورپ کی حالت اس سے کس قدر مختلف ہے وہاں تحقیق ہے، تجربہ ہے، علم سے دلی شغف، شب و روز محنت، شب و روز انہماک۔ حالانکہ ایک زمانے میں وہاں تجربہ و تحقیق تو درکنار، علم کا نام لینا بھی گناہ تھا۔ مسلمانوں میں دم کیوں نہیں؟؟"

"اسلام ایک عمرانی تحریک، ایک نظامِ مدنیت اور ایک طریقِ زندگی ہے۔"

"کائنات اضافہ پذیر ہے۔" "افسوس ہے مسلمان اپنے اصل الاصول سے دور ہٹ گئے۔ یہ امر بڑا افسوسناک ہے کہ کسی شخص کا علم و فضل یا احترامِ ذات ہمیں حق گوئی سے باز رکھے اور وہ بھی ان مسائل میں جن کا تعلق اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہے۔"

(حوالہ اقبال کے حضور۔ سید نذیر نیازی)

ایک محفلِ احباب میں پرویز صاحبؒ نے کہا۔ "قرآنِ کریم میں ہے ایک وقت آئے گا جب لوگ اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ جب تیرا رب اور ملائکہ صف بہ صف آئیں گے۔ جیسے خدا زمین پر اتر آئے گا۔ جب زمین تیرے رب کے نور کے جگمگا اٹھے گی۔" ان آیات کا اشارہ ایک حقیقت کی طرف ہے؟ اور قرآن پاک نے یہ بھی کہا ہے۔ "جس روز یہ ارض سما بدل کر کچھ اور ہو جائیں گے۔" ہم ان آیات کا مطلب کیا سمجھیں؟ حضرت علامہ نے فرمایا۔ "یہ ارض و سما، یہ بلندی و پستی، یہ جو کچھ بھی ہے۔ ہم اس کا ادراک اپنے شعور ہی کے ذریعے کرتے ہیں۔ ان کا تصور ہمارے شعور کے تابع ہے۔ جس روز یہ شعور بدلا ارض و سما بھی بدل جائیں گے۔ قرآن پاک کا خطاب ہمارے شعور ہی سے تو ہے۔ یہ ہمیں ہیں جن کو کوئی حقیقت سمجھائی جا رہی ہے۔ سر دست ہم اپنے ارتقا کی منزل میں ہیں۔ اس سے آگے جو منزل ہے اس میں قدم رکھا تو شعور کی تبدیلی سے ارض و سما بھی بدل جائیں گے۔ معلوم نہیں اس وقت ارض کیا ہو اور سما کیا؟ جب ہی تو فرمایا۔ "جس روز یہ ارض و سما کچھ اور ہو جائیں گے۔" شعور میں بھی تو ارتقا جاری ہے۔ ارتقا کا تقاضا یہ ہے کہ زمان و مکان کے ابعاد (بُعد) ختم ہو جائیں۔ خواب میں ابعاد اکثر ختم ہو جاتے ہیں۔ سال کا واقعہ ثانیوں میں رونما ہوتا ہے۔ مسافتوں کا نہیں چلتا جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ میں یہ سب کچھ مثالاً کہہ رہا ہوں۔ ورنہ کیا معلوم شعور کے ارتقا سے کیا کیا تبدیلیاں مرتب ہوں۔ مذکورہ

آیات میں جن حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کا فہم تو آسان ہے لیکن غلطی یہ ہے کہ ہم ان کی تاویل شعور کے اس مرحلے کی رعایت سے کرتے ہیں جس سے سردست ہمارا گزر ہو رہا ہے۔ حالانکہ تاویل سے مقصود کسی حقیقت کو سمجھنا اور اس کی تہہ تک پہنچنا ہے۔ تاویل اور موضوع تاویل میں لازم و ملزوم کا تعلق ہے۔ ایک منطقی حقیقی اور واقعی رشتے کا تعلق یہ نہیں کہ ہم اسے اپنے ہی خیالات اور مزعومات کی تائید کا ذریعہ بنائیں۔

وطن کی جغرافیائی حیثیت

"قدیم الایام سے اقوام اوطان کی طرف منسوب ہوتی چلی آئی ہیں۔ کیونکہ ہم سب کرۂ ارض کے اس حصہ میں بود و باش رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس چینی، عربی، جاپانی، ایرانی وغیرہ۔ وطن بھی ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنی جنم بھومی سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے اس کے لئے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ مگر زمانۂ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم جغرافیائی نہیں۔ بلکہ وطن ایک اصول ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے۔ اس لئے جب لفظ وطن کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔

(حوالہ روزنامہ احسان مارچ ۱۹۳۸ء مضمون بعنوان جغرافیائی حدود اور مسلمان)

مدنی کے دلائل کے جواب میں

"کیا خدا کی بارگاہ سے امتِ مسلمہ کا نام رکھوانے کے بعد بھی یہ گنجائش باقی تھی کہ آپ کی ہیئت اجتماعیہ کا کوئی حصہ عربی، ایرانی، افغانی، انگریزی، مصری، ہندی قومیت میں جذب ہو سکتا ہے؟"

اسلام میں اتنی وسعت، اتنی ہمہ گیری اور اتنی صلاحیت موجود ہے کہ جو قوم اپنے نظامِ حیات کو قرآنِ حکیم کے سپرد کر دے گی۔ قرآن زندگی کے قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرے گا اور قوم کا مزاج عقلی اس سے تقویم پاتا رہے گا۔ اب لوگ صرف علم حاصل ہی نہ کریں۔ علم پیدا بھی کریں تاکہ اپنے ملک و قوم کا نام روشن کر سکیں۔

- انسان کو ہمیشہ اس امر کا احساس رہنا چاہیئے کہ نیک عمل کبھی ضائع نہیں جاتا۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس کا اجر صرف آئندہ زندگی میں ملتا ہے۔
- جتنا بڑا شہر ہو اتنی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔
- ملامت سے زیادہ دوست کی اور کوئی چیز اٹھانے کے قابل نہیں ہوتی۔
- انسان کو اپنی صحت اور حالات کے مطابق اپنے فرائض ادا کرتے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے اور نتائج خدا کے سپرد

کر دینے چاہئیں۔

- مسولینی کے سوال کے جواب میں کہ میری فاشسٹ تحریک کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟" آپ نے ڈسپلن کے اس اصول کا بڑا حصہ اپنا لیا ہے جسے اسلام نظامِ حیات کے لئے ضروری سمجھتا ہے لیکن اگر آپ اسلام کے نظریۂ حیات کو پوری طرح اپنا لیں تو سارا یورپ آپ کے تابع ہو گا۔"
- مسولینی کے اچھوتا مشورہ مانگنے پر اقبال نے جواب میں کہا۔" ہر شہر کی آبادی مقرر کر کے اسے حد سے نہ بڑھنے دو۔ اس سے زیادہ بسنے والوں کو نئی بستیاں مہیا کی جائیں۔" مسولینی نے حیران ہو کر پوچھا۔" اس میں کیا مصلحت ہے؟" جواب دیا۔" شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کی تہذیبی اور اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے اور ثقافتی توانائی کی جگہ محرکاتِ شر لے لیتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی نظریہ نہیں۔ بلکہ میرے پیغمبرؐ نے آج سے تیرہ سو سال قبل یہ مصلحت آمیز ہدایت فرمائی تھی کہ جب مدینہ منورہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو وہاں مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے۔"
- ہر ایک انسان اپنی جگہ پر ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اور کسی کا وجود بے کار نہیں ہے۔ لیکن اس حقیقت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب ہمیں کسی شخص سے اچھی طرح سابقہ پڑے اور ہم اسے قریب سے دیکھیں۔
- اسلام ہی نے وہ بنیادی جذبات اور وفاکیشی فراہم کی جو بکھرے ہوئے انسانوں اور گروہوں کو متحد کرتی ہے۔

(حوالہ، مکالماتِ اقبالؒ، مرتبہ سعید راشد)

- اسلام گویا اس وقت زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے۔ اس وقت اگر کسی صاحبِ نظر نے تنقیدی نگاہ سے اسلام کی ہیئتِ حاکمہ کا جائزہ لیا اور وہ اسلام کے احکامات کو زمانے کے ہم دوش کرنے میں کامیاب رہا تو وہی اس دَور کا مجدّد ہو گا۔ (حوالہ، خطباتِ اقبالؒ)

WHY WAIT TILL DECEMBER

Most of the Subscriptions shall be expiring on December 31, 1993. To lesson the load in December, the **patrons** are requested please to renew their subscriptions as early as is possible

عارفہ سلطانہ

الیکشن ۱۹۹۳ء

اکتوبر میں ہمارے پیارے ملک پاکستان میں نگران حکومت کی زیرِ نگرانی اور پاک فوج کی سرپرستی میں الیکشن ۱۹۹۳ء کا انعقاد ہوا۔ مخالف جماعتیں بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئیں۔ سب جماعتوں نے اپنا اپنا منشور قوم کے سامنے پیش کیا اور بتایا کہ وہ اس ملک میں کیا تبدیلی چاہتے ہیں اور اس تبدیلی کو لانے کے لئے وہ کیسے اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ پاکستان کو کیسا ملک دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ان کا پروگرام کیا ہے۔

ہمارے ملک میں پہلی بار ایسا ہوا کہ تمام پارٹیوں کو اس بات کی اجازت ملی کہ وہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے اپنے منشور سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں۔ اس طرح عوام کو بہت آسانی میسّر تھی کہ وہ ہر پارٹی اور اس کے لیڈر کے پروگرام سے آگاہ ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ وہاں کچھ دانشور اور صحافی بھی ہوتے تھے جو ان سے سوالات پوچھتے تھے۔ صحافی اور دانش ور ان سے وہ سوالات پوچھتے تھے جن کا جواب عوام جاننا چاہتے تھے۔ خاص کر وہ سوالات جن کا یہ شاید جواب نہ دینا ہی زیادہ پسند کرتے۔ مثلاً نواب زادہ نصراللہ سے سوال کیا گیا کہ عورت کی گواہی کو بعض لوگ آدھی گواہی سمجھتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ عورت کی گواہی آدھی ہے یا پوری میں اس کو کوئی اہم مسئلہ تصور نہیں کرتا۔ عورتیں جس قسم کے مسائل سے دوچار ہیں اس میں اس بات کی کہ ان کی گواہی پوری ہے یا آدھی کوئی خاص اہمیت نہیں۔

ویسے تو سیاست میں یہ رجحان نظر آتا ہے کہ بہت سی ہم خیال پارٹیاں مل کر محاذ بناتی ہیں تاکہ وہ الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل کر سکیں۔ ان کے نمائندوں کی تعداد کم ہو اور ووٹ بٹ نہ جائیں۔ یہ حکمتِ عملی الیکشن میں کامیاب رہی۔ اب بھی بہت سے محاذ بنائے گئے لیکن اس میں سب سے زیادہ کرّوفر سے جو محاذ بنا اور جسے تمام ذرائع ابلاغ کی حمایت حاصل تھی وہ دینی محاذ تھے۔ انہیں ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے بہت نمایاں مقام دیا۔ بی بی سی سے بھی ان کے لئے پروگرام نشر

کیے گئے۔ سب کا خیال تھا کہ لوگ جوق در جوق ان کی آواز پر لبیک کہیں گے اور وہ ایک بہت بڑی دینی طاقت بن کر ابھریں گے۔

علماء حضرات کا اثر و رسوخ عوام پر پہلے بہت رہا ہے۔ جب بھی عوام نے ان کے خلاف بغاوت کی یا انہیں نظر انداز کر دیا تو اس کی وجہ کوئی بہت قدآور شخصیت ہوتی تھی جس کے سامنے علماء کا چراغ جھلملا جاتا تھا۔ تحریکِ پاکستان کے وقت قائدِ اعظمؒ جیسے گوہرِ تابدار کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا۔ قائدِ اعظمؒ محمد علی جناح نے جو نقشہ اسلام کا پیش کیا اس کے سامنے ملا کے مسائل حیض و بیض کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے قائدِ اعظمؒ کے ہاتھوں انہیں شکست فاش نصیب ہوئی۔

ذوالفقار علی بھٹو وہ دوسرے شخص تھے جنہوں نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا۔ ان کی مخالف دینی جماعتوں کے نعروں کو عوام کی طرف سے کوئی پذیرائی نہیں ملی۔ چشمِ فلک نے حیرت اور تعجب سے دیکھا کہ اس شخصیت نے بھی ملا کو ہرا دیا۔ ان کے خلاف کھڑے ہونے والے اکثر امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔

اس الیکشن میں ملا نے دیکھا کہ میدانِ سیاست میں کوئی بڑی قدآور شخصیت موجود نہیں تو کیوں نہ ہم اس خلا کو پُر کرنے کی کوشش کریں اور اس سیاسی میلے الیکشن میں شرکت کر کے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لیں۔

یہ خیال صرف علماء صاحبان کو نہیں ستا رہا تھا کہ ان کو سیاسی دنگل میں کشتی لڑنی چاہیئے، مشائخ پاکستان بھی اپنے پہلوانوں کو سیاسی اکھاڑے میں اتارنے کے لئے بے چین تھے۔ چشمِ فلک نے الیکشن ۱۹۹۳ء میں یہ نظارہ بھی دیکھا کہ بہت سے پراگندہ مو، گریباں چاک مشائخ بھی پابجولاں نہیں کشاں کشاں اقتدار کی جنگ میں حصہ لینے کے لئے سوئے مقتل کی بجائے سیاسی اکھاڑے کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔

جب علماء و مشائخ نے سیاست میں قدم رکھ لیا تو انہیں عوام کے سامنے ان مسائل پر جن سے وہ دوچار ہیں، گفتگو کرنی پڑی لیکن ان مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے علومِ جدیدہ کے کم از کم بنیادی اصولوں سے واقفیت بہت ضروری ہے جس کا ان کی اکثریت میں فقدان ہے۔ سیاسی اور معاشی معاملات کا انہیں بہت کم علم ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں ان مسائل سے کیسے نمٹا جا رہا ہے اس کا شافی علم ان کے پاس تھا ہی نہیں۔ بیچارہ اسلام، تو جس طرح یہ اسے پیش کرتے آ رہے تھے اس طرح اسے اب پیش کرنا ممکن نہ تھا۔

علومِ جدیدہ کے اس فقدان کا جس سے علماء حضرات دوچار ہیں، انہوں نے یہ آسان حل سوچا کہ لوگوں سے وعدے کئے جائیں۔ لوگ آج تک خدا کے وعدوں (جنت، دوزخ) پر اعتبار کرتے آئے ہیں تو بزعمِ خویش خدا کے نمائندوں، علماء حضرات کے وعدوں کا اعتبار کیوں نہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے اس کثرت سے لوگوں سے وعدے کئے اور ان ان چیزوں کے وعدے کئے جن کا عوام کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی ایسا شخص جو پاکستان جیسے ملک میں خود معاشی عدمِ استحکام

سے مسلسل دوچار رہا ہے۔ اتنے محدود وسائل کے ہوتے ہوئے اتنا کچھ کرنے کا سوچ سکتا ہے اور انہیں بلا محنت کیئے یہ سب کچھ دے سکتا ہے۔

علماء حضرات نے جو کچھ بھی تجزیہ کیا تھا وہ یہ بھول کر کیا تھا کہ جیسا بھی اسلام وہ پیش کر چکے ہیں اس میں لالچ، غرور، لاف وگزاف، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت وغیرہ کو برملا بُرا کہا گیا ہے اور وہ آج تک اسے دہراتے آئے ہیں۔ اب جو انہوں نے پہلو بدل کر اسلام میں کچھ اور ملانے کی کوشش کی تو عوام ان کے تضادات سے گھبرا کر یہ کہنے لگے ؎

رکھ ان کو تو اٹھا کے کسی اور کے لئے
یہ قول یہ قرار تیرے کام آئیں گے

یہی حال مشائخ کا بھی ہوا۔ صوفیاء حضرات سے لوگ تقویٰ اور جاہ طلبی سے نفرت ہمیشہ منسوب کرتے چلے آئے ہیں۔ ہماری فارسی اور اُردو غزل اس طرح کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جہاں زاہد پر ہمیشہ طنز کی جاتی تھی۔ خود صوفیائے اکرام میں جو اچھے شاعر گزرے ہیں وہ ہمیشہ زاہدِ ظاہر بین کا مذاق اڑاتے رہے تھے۔ اب اہلِ تصوف جو سیاسی دنگل میں اتر کر مع جبہ، سجادہ و دستار رقصِ اقتدار کرنے لگے تو عوام ہکا بکا رہ گئے۔ انہیں الیکشن ۱۹۹۳ء میں صرف ایک سیٹ ملی ؎

پھرتے ہیں میرؔ خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

الیکشن ۱۹۹۳ء سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ لوگ سیاسی لیڈروں سے اپنے معاشی مسائل کے حل کی توقع رکھتے ہیں۔ گرانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام انسان کی زندگی محال ہے۔ اس ہوشربا گرانی میں لوگ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ وہ خوشحال زندگی بسر کریں۔ مولوی صاحبان یہ بار بار کہتے ہیں کہ سود حرام ہے لیکن اس مسئلے پر کہ اس کو آج کی دنیا میں کس طرح نافذ کیا جائے، بالکل خاموش ہیں۔ علمِ معاشیات پر اس طرح کا عبور کہ وہ ایک نیا معاشرتی ڈھانچہ قائم کر سکیں اُن کے بس کی بات نہیں، صرف قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے منفی رویہ کی بنا پر قوم نے ان کو بطور سیاسی لیڈر کے رد کر دیا۔ پورے ملک میں دینی محاذوں کو سوائے محاذ آرائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ تمام الیکشن میں دینی محاذوں نے چند نشستیں حاصل کیں۔ اس شور و غوغے کو دیکھتے ہوئے جو انہوں نے شروع کیا تھا یہ ایک قابلِ ذکر ناکامی ہے۔

خالص مذہبی نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں تو علماء حضرات نے پچھلے دنوں جس طرح شیعہ سنی تفرقے کو اچھالا ہے اس کا جواب نہیں ملتا۔ شیعہ اور سنی پندرہ سو برس سے ساتھ رہتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے عقائد کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر وہ اپنے مسلک پر عمل پیرا ہیں۔ اب مولانا حضرات منظم ہو کر ان کے خلاف صف بستہ ہو رہے ہیں۔ محرم کے شروع ہوتے ہی وہ سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ جگہ جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ اور عمر فاروقؓ کے نام پر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

شیعہ کافر، ان کو اعلیٰ عہدوں سے نکالو وغیرہ قسم کے نعرے ہر جگہ سنائی دیتے ہیں۔ یہ وہ اختلافات ہیں جن میں امتِ مسلمہ گذشتہ پندرہ سو سال سے گرفتار ہے۔ ان زخموں کو کُھرچ کر اسے مزید لہولہان کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔

قیامِ پاکستان کے بعد یہ پہلی بار ہوا ہے کہ مخالفین کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ وہ برملا کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ عوام نے اسلام کو ردّ کر دیا ہے۔ انہیں اسلام نہیں چاہیئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں طلوعِ اسلام کے قاری کو رُک جانا چاہیئے۔ ملّا الیکشن ۱۹۹۳ء میں پٹ گیا تو ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہمارے پاس تو قرآن اور اس کا دیا ہوا مصفّا نظامِ زندگی موجود ہے۔ ہم نے آج تک کیا عملی اقدامات کئے ہیں؟ جس سے قوم کے اخلاقی اور دینی خلاء کو پُر کیا جا سکے۔ کتنی تربیت گاہیں ہم نے قائم کی ہیں۔ جس سے ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ آنے والی نوجوان نسل تک اللہ کا پیغام پہنچ جائے گا۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہم نے سُستی، لاپرواہی اور بے حسی کی عادت کو نہ چھوڑا اور آنے والی نسلوں تک اپنا پیغام نہ پہنچایا تو تاریخ اور عوام ہمیں بھی اسی طرح ردّ کر دیں گے جس طرح الیکشن ۱۹۹۳ء میں علماء اور صوفیاء سے مُنہ موڑ لیا ہے۔

جاگو ہوا سویرا

سلیم بھائی! السلام علیکم۔
کہیئے کیسے ہو؟ ۔ کیا کہا ۔ " ویسے ہی جیسے پہلے تھے"۔
نہیں میرے بھائی! ایسا نہیں کہتے۔ یہ رسمی جملہ تو ان لوگوں کا ہے جو یا تو اپنی منزل سے آگاہ نہیں ہوتے یا اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ منزل خود چل کر ان کے پاس آجائے گی۔ تم تو قرآنِ کریم کے طالب علم ہو۔ تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہم ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے ۔ ہاں یاد آیا ۔ اپنے طویل خط میں نظامِ ربوبیت کا جو نقشہ تم نے کھینچا ہے وہ لطف انگیز ضرور ہے لیکن تم ہی بتاؤ۔ ہم کب تک لفظوں سے جی بہلاتے رہیں گے۔ ہماری ساری بحثیں موجودہ نظام کی قباحتوں سے شروع ہو کر اس بات پر ختم ہو جاتی ہیں کہ چلو نظامِ ربوبیت میں تو ایسا نہیں ہوگا۔ ہم جب بھی اکٹھے ہوئے نظامِ سرمایہ داری کو کوس لیا ۔ کبھی جمہوری نظام میں کیڑے نکال لئے یا پھر مولوی کی کم علمی کا تمسخر اڑا لیا اور یہ کبھی نہ سوچا کہ وہ " نظام " جس کی ہم سالہا سال سے رٹ لگا رہے ہیں، کیا محض رٹ لگانے سے قائم ہو جائے گا ' یا کوئی خلائی مخلوق اڑن طشتری میں بیٹھ کر آئے گی اور ہماری آرزوؤں کو عملی جامہ پہنا دے گی۔ کاش ایسا ہو سکتا لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے۔

یہ آرزو بھی بڑی چیز ہے، مگر ہمدم
وصالِ یار فقط آرزو کی بات نہیں

آرزوئیں جب تک عمل کی شاہراہ پر محوِ سفر ہو کر منزل کی طرف نہیں بڑھیں گی ہمارا حال بقول تمہارے ویسا ہی رہیگا جیسا پہلے تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ نظامِ ربوبیت کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھنے اور منزل کے کماحقہ ادراک کے باوجود ایک جگہ کیوں کھڑے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ درسِ قرآن سے لطف اندوز ہونا ہماری عادت بن گئی ہے اور قرآن کے ساتھ ہمارا سلوک بھی ان لوگوں سے مختلف نہیں جنہوں نے یا تو اسے دورِ سحر کی یادگار بنا کر بازوؤں پر باندھ لیا یا قبروں پر، مردوں کو زنا و چوری کی سزا سنا کر دہشت زدہ کرتے رہتے ہیں۔ عقیدہ ادھر بھی نظری ہے ادھر بھی نظری۔ عمل وہاں

بھی نہیں، عمل یہاں بھی نہیں۔ فرق اگر کچھ ہے تو فقط اس قدر کہ وہاں علمی جہالت ہے تو یہاں عقلی جہالت کہ قرآن کو سیکھنے سمجھنے کے باوجود "کچھ کر گزرنے" کا کوئی پروگرام نہیں۔

کسی اور سے کیا کہیں خود ہم بھی تو نظری مباحث سے آگے نہیں بڑھ پائے۔ آیئے ہم خود طے کرتے ہیں کہ ہمیں کس چیز کی تلاش ہے اور اس کے حصول کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ ہم مسلمان ہیں تو جنّت سے کم پر کیا راضی ہوں گے۔ رہا جنّت حاصل کرنے کا نسخہ، تو اس کے لئے پھر قرآن ہی سے رجوع کرنا ہوگا۔ شاید تمہیں یاد ہو باباجیؒ کا ایک پورا درس اس بات پر محیط ہے کہ جنّت ہر کسی کو مل سکتی ہے۔ لیکن اسے حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ اسے جنّت کے عوض اپنا جان و مال اللہ کے ہاتھ فروخت کرنا ہوگا۔ منڈی کھلی ہے۔ مال حاضر سٹاک میں موجود ہے۔ نہ مرنے کی پابندی نہ جینے تک کا انتظار۔ اِدھر معاہدہ کرو، اُدھر جنّت کی زندگی شروع۔ بات صاف اور واضح ہے مگر میں جانتا ہوں تم اس کے جواب میں کیا عذر پیش کرو گے۔ یہی ناں کہ اکیلا آدمی کیسے نظام بدل سکتا ہے۔ ماحول سے کٹ کر کوئی کیونکر زندہ رہ سکتا ہے۔ چند افراد کے بدل جانے سے اتنے بڑے معاشرے پر کیا فرق پڑیگا، حالانکہ تم جانتے ہو سلیم! کہ حیلہ جوئی کے یہی وہ مفروضے ہیں جن سے ہمارے اندر باطل کے خلاف مزاحمت مفقود ہو کر رہ گئی ہے اور ہم ذراسی نگاہ جھکا کر موجودہ ماحول سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ جب ہم قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں تو اصولی طور پر ہم نہ اپنی جان کے مالک رہتے ہیں نہ مال کے۔ یہ دونوں اللہ کی ملکیت قرار پا جاتے ہیں اور انہیں اللہ کی مشیت کے مطابق صرف کرنے کا نام نظامِ ربوبیت ہے جس کا لازمی نتیجہ جنّت کی زندگی ہے۔ جی ہاں میں جانتا ہوں، اب تم کہو گے۔ میرے پاس رکھا ہی کیا ہے جو میں اللہ کے نام ہبہ کر دوں۔ سنو! اور غور سے سنو۔ تمہارے پاس کچھ نہ سہی مگر تم خود تو ہو۔ تمہارے پاس ایک مکمل جسم ہے، ایک صحیح و سالم مملکت اور اعضائے جسم کی صورت میں فرمانبردار رعایا جسے تمہارے حضور نہ تابِ سخن ہے نہ جرأتِ انکار۔ کیا تم نے اپنی اس مملکت میں جس کے تم بلاشرکتِ غیرے حکمران ہو، اللہ کا قانون نافذ کر لیا ہے جو دوسروں سے اس کی توقع رکھتے ہو۔ بات واضح ہو گئی۔

ہم اپنے دعاوی میں اگر سچے ہیں تو قوانینِ الٰہی کا نفاذ پہلے ہمیں خود اپنی ذات پر کرنا ہوگا۔ پھر تحریک کے مقامی اور مرکزی دفاتر کو اس کا نمونہ بنانا ہوگا تاکہ اللہ کے فرمان کے مطابق ہم لوگوں کو دعوت دے سکیں کہ آؤ اور دیکھو، اس نظام کی ایک عملی جھلک جس کا نقشہ ہم نصف صدی سے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اگر یہ نہیں تو یہ نظری بحث نہ ہمارے لئے نفع بخش ہوگی نہ نژادِ نَو کے لئے سودمند۔

میرا یہ خط اپنے سب دوستوں کو سناؤ اور پھر ان سے معلوم کرو کہ ہے کوئی؟ جو بارش کا پہلا قطرہ بننے کا عزم رکھتا ہو۔ "ہاں" کہنے والوں کی فہرست بناؤ اور ایک ایسی بزم کی بنیاد رکھ دو جو ایمان کے ساتھ عمل میں بھی یقین رکھتی ہو؟ مجھے اس بزم کا رکن بنا لینا۔

خیر اندیش

ساجد محمود ایم بی اے

حکیم محمد مسیح الدین صدیقی

دُعا کیا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بار بار حکم دیا ہے کہ وادعوا اللہ (مومن؛ ۶۴) "اللہ کو پکارو" اور ادعو ربکم (اعراف؛ ۵۵) "اپنے نشوونما دینے والے کے حضور دعا کرو" لیکن یہ "دعا" آخر ہے کیا؟

دعا کے معنیٰ ہیں پکارنا اور بلانا۔ جیساکہ فرمایا۔ وادعو شھدآءکم (بقرہ؛ ۲۳) "تم اپنے مددگاروں کو بلاؤ" سورۂ کہف میں نادیٰ اور دعا، ایک ہی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں (کہف؛ ۵۲) سورۂ اعراف میں دعا کے مقابل صٰمتٌ کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ چپ رہنے کے ہیں (اعراف؛ ۱۹۳) سورہ بقرہ میں فرمایا۔ فادع لنا ربك (بقرہ؛ ۶۱) "ہمارے لئے اپنے پروردگار کو پکارو" اس طرح الدعوٰی (یونس؛ ۱۰) کے معنیٰ ہیں پکار، مطالبہ، تقاضہ۔

دراصل کائنات میں ہر شئے خدا کے لگے بندھے قانون کے مطابق سرگرم عمل ہے جس سے وہ ذرا بھی انحراف نہیں کرتی اور خود اللہ تعالیٰ بھی اپنے قانونِ جاریہ میں کبھی تبدیلی نہیں کرتا۔ ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا احزاب؛ ۶۲) "تو کائنات میں جاری قانون خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔"

چنانچہ انسانی دنیا میں بھی اللہ ہی کا قانون کارفرما ہے۔ جو شخص اس قانون کے مطابق جس قدر کوشش کرے گا۔ اسی قدر وہ کامیاب ہوگا اور نتائج پائے گا۔ فرمایا۔ لیس للانسان الا ما سعٰی وان سعیہٗ سوف یرٰی۔ (نجم؛ ۳۹/۴۰) "انسان کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں جس کی وہ کوشش کرے اور اس کی کوشش کا نتیجہ بلاتاخیر سامنے آجائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قانون (قدرت) کے مطابق کوشش نہیں کرتا اور محض دعا مانگنے ہی سے سمجھتا ہے کہ مقصود حاصل ہو جائے گا، تو اس کا نہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق تصور صحیح ہے اور نہ ہی اسے کبھی کامیابی مل سکتی ہے۔ فرمایا۔

"اور جو لوگ خدا کے ساتھ ساتھ اوروں سے بھی اپنی طلب وابستہ کرتے ہیں۔ یعنی چاہتے ہیں کہ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ ساتھ توہم پرستیوں یا غیروں کے بنائے

قوانین کے زور پر کامیاب ہو جائیں تو وہ غلطی پر ہیں۔ ان کی یہ خودساختہ قوتیں ان کی کوئی مانگ پوری نہیں کرسکتیں۔ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا کے کنارے اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر بیٹھ جائے (اور دعا کرتا رہے کہ پانی اس کے مُنہ میں آجائے تو) اس طرح پانی اس کے مُنہ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو لوگ خدا کے قانون سے انکار کرتے ہیں ان کی دعا (مانگ، طلب) کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوسکتی۔" (رعد:۱۴).

پھر آگے فرمایا: "کائنات کی ہر شے خواہ نخواہ اللہ کے قانونِ قدرت کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔" (رعد: ۱۵)

لہٰذا انسان بھی اپنے مقاصد میں تبھی کامیاب ہوسکتا ہے جب کہ وہ اسی قانونِ قدرت کی پیروی کرے۔

یعنی قرآن کی رو سے "اللہ سے دعا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ ضابطے و قوانین کے ذریعہ مدد حاصل کی جائے اور اس کے ساتھ اپنے یا کسی اور کے ضابطے و قانون کو شامل نہ کیا جائے۔ جب انسان اس ضابطے و قوانین کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کرتا ہے تو اس کی سعی و کاوش کے صحیح نتائج مرتب ہو کر ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اس حقیقت کو قرآنِ کریم نے کئی جگہ واضح کیا ہے۔ مثلاً سورۂ مومن میں فرمایا:۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین (مومن: ۶۰)

"تمہارا نشوونما دینے والا کہتا ہے کہ تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔ یقیناً جو لوگ میری محکومیت اختیار کرنے سے سرکشی برتتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوتے ہیں۔" پوری آیت کو ملانے سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کو پکارنے سے مراد اس کے احکام و قوانین کی محکومیت اختیار کرنا ہے اور اللہ کی طرف سے اس پکار کا جواب ملنے سے مراد انسان کی اس سمت سعی و کاوش کا ثمر آور ہونا اور اس کے بہترین نتائج سے دوچار ہونا ہے۔

دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو اس طرح نکھار کر بیان فرمایا ہے۔

"ہمارے احکام پر ایمان لانے والے وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے وہ احکام پیش کئے جاتے ہیں تو وہ سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں اور اپنے نشوونما دینے والے کے نظام کو موجبِ حمد بنانے کے لئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں اور وہ ان احکام سے سرتابی نہیں کرتے۔ وہ ان احکام کی تعمیل میں اس طرح سرگرمِ عمل رہتے ہیں کہ نیند تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ راتوں کو بھی جاگتے ہیں اور اس طرح اپنے رب کو دفع مضرت اور جلبِ منفعت کے لئے پکارتے ہیں۔ کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل سے کیسے عمدہ نتائج مرتب ہونگے اور ان کی خلاف ورزی سے کس قدر تباہیاں آئیں گی۔ جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے

وہ اسے نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔" (سجدہ: ۱۶/۱۵)

سورۂ مومن میں فرمایا۔ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (مومن: ۶۵) "اللہ کو پکارو تو اس طرح کہ فرمانبرداری کے ہر گوشے کو خالصتاً اسی کے لئے وقف اور مختص کر کے۔" سورۂ شوریٰ میں فرمایا۔ و یستجیب الذین اٰمنو و عملوا الصّالحات (شوریٰ: ۲۶) "وہ ان کی پکار کا جواب دیتا ہے جو اس کے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے مطابق صلاحیت بخش کام کرتے ہیں۔"

سورۂ اعراف میں فرمایا۔ "تم اپنے نشو و نما دینے والے کو پوری لگن اور تڑپ کے ساتھ، سعی و کاوش کرتے ہوئے پکارو ـــ یاد رکھو! جو لوگ اس کے قانون سے سرکشی برتتے اور حد سے تجاوز کرتے ہیں وہ انہیں پسند نہیں فرماتا۔" (اعراف: ۵۵)۔

پھر آگے ارشاد فرمایا۔ "تم معاشرے میں ہمواری پیدا کرنے کے بعد ناہمواریاں پیدا مت کرو اور اللہ کو دفعِ مضرت اور حصولِ منفعت کے لئے پکارو۔ یاد رکھو جو لوگ حسن کارانہ انداز سے معاشرے کا توازن قائم رکھتے ہیں تو اللہ کی رحمت ان سے بہت قریب ہوتی ہے۔" (اعراف: ۵۷/۵۶)۔

نیز سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا۔ "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو ان سے کہہ دو کہ میں ان سے بہت قریب ہوں (ان کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب۔ ق: ۱۶) میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جبکہ وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس! انہیں چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور میرے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھیں تاکہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کا راستہ پالیں۔" (بقرہ: ۱۸۶)۔

اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ اللہ کو پکارنے (دعا کرنے) کا مطلب اللہ کے احکام و قوانین کی اتباع کرنا ہے اور جواب دینے سے مفہوم اس کی اطاعت کے بہترین نتائج و ثمرات کا ظہور و حصول ہے۔

نبیِ اکرمؐ کو مخاطب کر کے واضح کر دیا گیا کہ:۔

قل لا املك لِنفسی ضرًّا ولا نفعًا الا ماشاء الله۔

کہہ دیجئے اے رسول کہ میں اپنی جان کے لئے بھی کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں سوائے اللہ کے قانونِ مشیت کے۔

لہٰذا دعا کے لئے لازم ہے کہ اللہ کے غیر متبدل قوانینِ مشیت پر ہر آن نگاہ رکھی جائے اور اس امر پر یقینِ کامل ہونا چاہیئے کہ مطلوبہ چیز اس کے قانونِ جاریہ کے تحت ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ حصولِ مدعا کے لئے نہ صرف یہ کہ قوانینِ خداوندی کے مطابق عملاً بھرپور کوشش بھی کی جائے بلکہ یہ کوشش صرف اور صرف خدائی ضابطے و قوانین کے تحت ہی ہونی چاہیئے ـــ اوروں کے ضابطے و قوانین بھی اس میں ہرگز شامل نہیں کئے جا سکتے۔

نبیؐ اور مومنوں کو جو دعا سکھائی گئی ہے۔ اس میں یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ربّنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا (بقرہ: ۲۸۶) "اے ہمارے نشوونما دینے والے۔ ہماری گرفت نہ فرمانا۔ اگر ہم (میدان عمل میں کہیں) بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔" لہٰذا دعا کے ساتھ ساتھ عمل پیہم ناگزیر ہے۔ ھو ولیھم بما کانو یعملون (انعام: ۱۲۸) "وہ (اللہ تعالیٰ) انسانوں کا کارساز ہے اُن عملوں کے ساتھ جو وہ (حصولِ مدعا کے لئے) خود بجالاتے ہیں"۔ سورۂ حج میں فرمایا۔ ولینصرنّ اللہ من ینصرہٗ (حج: ۴۰) "اور بے شک اللہ تعالیٰ اسی کی مدد کرتا ہے جو (حصولِ مدعا کے لئے صحیح عمل کے ساتھ) اپنی مدد آپ کرتا ہے"۔

(بشکریہ پندرہ روزہ حق و باطل۔ یکم جولائی ۱۹۹۳ء)

تجزیہ

پنجاب سے قومی اسمبلی کی زیادہ نشستیں راجپوتوں نے جیتیں، جٹ دوسرے نمبر پر رہے
ارائیں اور سید تیسرے، بلوچ چوتھے، گجر اور کشمیری پانچویں، اعوان چھٹے نمبر پر رہے، باقی دوسری برادریاں لے گئیں

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

POSTAGE INCREASE IN PAKISTAN IN 1993 ALONE !

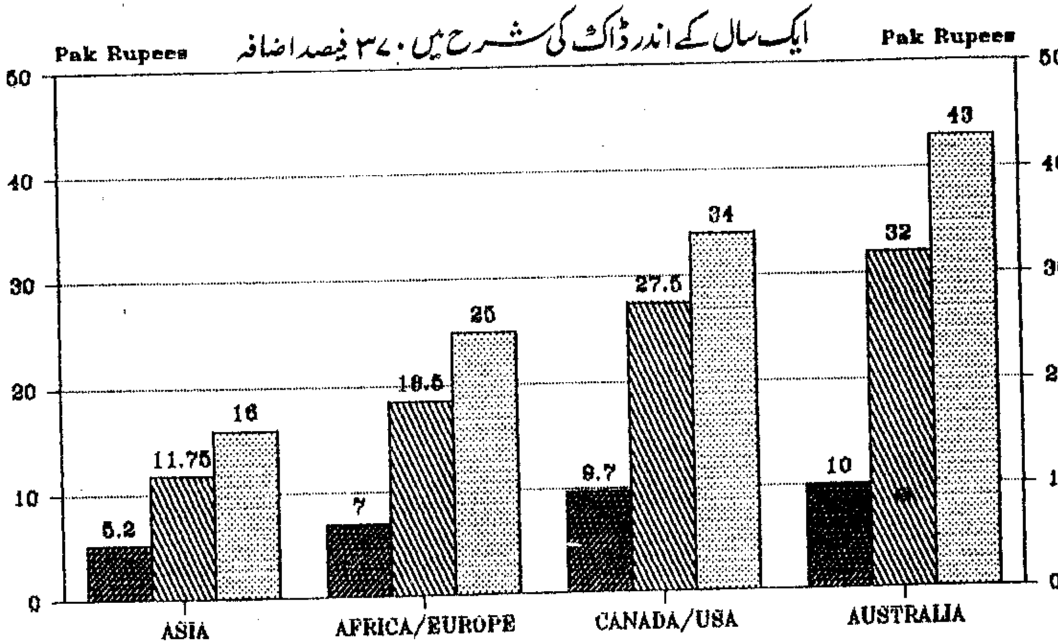

Pre–Feb/Feb/Oct 93 Increases

FOR ONE MAGAZINE OF 90 GRAMS.

Aggregate Increase 370 %

قارئینِ محترم السلام علیکم

چارٹ آپنے ملاحظہ فرمایا۔ ڈاک کی شرح میں ناقابلِ برداشت اضافے کے باوجود، ہم پرچے کی قیمت نہ بڑھانے کا فیصلہ کئے ہوئے تھے کہ محکمہ ڈاک نے اکتوبر ۱۹۹۳ء سے ڈاک کی شرح مزید بڑھا کر ڈاک خرچ میں ۳۷۰ فیصد کا اضافہ کردیا، جس سے دیارِ غیر کے لئے زرِ شرکت کی پرانی شرح کو برقرار رکھنا ہمارے لئے ناممکن ہوگیا ہے۔ ان حالات کے باوجود افریقہ، ایشیا اور یورپ کے لئے زرِ شرکت کی پرانی شرح ۱۸ امریکی ڈالر یا اس کے مساوی پاکستانی کرنسی جو آجکل (۱۸ x ۳۰) = ۵۴۰ روپے ہے، برقرار رہے گی۔ امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے لئے اس میں صرف ۲ ڈالر کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ ان ممالک میں زرِ تعاون ۲۰ ڈالر یا اس کے مساوی ۶۰۰ روپے سالانہ ہوگا۔ ہمیں امید ہے ہمارے قارئین ہماری اس مجبوری کے پیشِ نظر، قرآنی فکر کی نشرواشاعت میں ہم سے تعاون بدستور جاری رکھیں گے۔

(ناظمِ ادارہ)

نقد و نظر

نام کتاب : کہکشانی پازیبیں (شعری مجموعہ)
شاعر : حسنین بخاری۔
ضخامت : ۱۲۸ صفحات۔ مجلد۔ قیمت : ۶۰/ روپے
شائع کردہ : سعادت پبلیکیشنز، ۱۹۔ ایبٹ روڈ۔ لاہور

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تیز بارش میں مجھے چلنے کا لطف آیا بہت ۔۔۔ ڈر رہا تھا جب تلک میرا بدن بھیگا نہ تھا
ہم بچاتے رہ گئے دیمک سے اپنے گھر مگر ۔۔۔ چند کیڑے کرسیوں کے ملک سارا کھا گئے
بیٹھے ہیں کرسیوں پہ نئے روپ دھار کر ۔۔۔ حاکم جو کل تھے آج بھی وہ حکمران ہیں
اس قدر خالق نے آدم بھی نہیں پیدا کیے ۔۔۔ جس قدر مخلوق نے تخلیق کر ڈالے خدا

زیرِ تبصرہ کتاب ان خوبصورت شعروں کے خالق حسنین بخاری کا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے ان کے دو مجموعے "وہ ایک لمحہ" اور "سیارِ آخر سے آگے جہاں" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ یوں تو تبصرے کے لئے ہمیں بہت سی کتب موصول ہوتی ہیں لیکن حسنین بخاری ہی کے اس شعر کے مصداق کہ

اجالے میں گل و لالہ سبھی جلوے دکھاتے ہیں ۔۔۔ اندھیرے میں جو خوشبو دے وہی ہے رات کی رانی

طلوعِ اسلام کے صفحات میں وہی کتب جگہ پاتی ہیں جن میں حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ درسِ عمل بھی موجود ہو ۔۔ چنانچہ اس کتاب کی یہی خوبی ہماری توجہ کا باعث بنی۔ حسنین صاحب کے نزدیک، خود انہی کی زبان میں ؎

سدا ہوتے ہی رہتے ہیں جہاں میں مہ جبیں پیدا
بڑی مشکل سے ہوتا ہے بشرِ کامل کہیں پیدا

وہ بشرِ کامل کہ جو ببانگ دہل کہہ سکے ؎

میری آنکھوں کے آگے، ساری آفاقی کتابیں ہیں
معارف کا خزینہ ہوں، حقائق کی زباں میں ہوں

وہ مردِ مومن جو اس یقین پر زندہ ہو کہ ؎

خرد کی منزلیں جتنی ہیں، تسلیم و رضا میں ہیں
یقیں پر ہے یقیں مجھ کو، گماں پہ بدگماں میں ہوں

حسنین کے نزدیک

وہ مر گیا جس شخص کا کردار مر گیا
زندہ ہے زندہ رہ گیا جس شخص کا ضمیر

اور یہ کہ

اسے خیبر کشائی کی تمنا زیب دیتی ہے
جو اپنے ہاتھ سے کرتا ہے نانِ جویں پیدا

وہ کہکشاؤں میں جھانکتا ہے اور یہ کہہ کر ستاروں کی ڈھارس بندھاتا ہے ؎

تھکے ماندے ستارو، کیوں پریشاں ہو؟ اِدھر آؤ
تمہیں ہے جستجو جس کی، وہ اصلی آسماں میں ہوں

اور یہ اس لئے کہ ؎

میرا ظاہر زمینی ہے، میرا باطن ہے لولاکی
دلِ مومن ہوں، نفسِ مطمئنہ کا مکاں میں ہوں

میں اک نازک سی پتی ہوں گلستانِ محبت کی
فراعینِ زمانہ کے لئے، برقِ تپاں میں ہوں

وہ کائنات کی بلندیوں پر نظر دوڑاتا ہے تو پکار اٹھتا ہے ؎

مجھ سے بڑھ کر کون، واقف ہے ترے اسرار کا
سامنے میرے کھلا ہے پھول ہر گلزار کا

اور

جی تو کہتا ہے بیاں کر دوں رموزِ کائنات
حوصلہ پڑتا نہیں مجھ کو مگر اظہار کا

پھر بھی یہ راز تو فاش کرنا ہی ہوگا کہ

ایک قطرہ تھا جب تک رہا منجمد، جب تلک اس پہ طاری رہی خامشی
وہ تحرک میں جس روز سے آگیا، وہ سمندر بنا، بیکراں ہوگیا

اور اس کے ساتھ ہی اپنی بے بضاعتی کو تمسخر کے کرب میں چھپاتے ہوئے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں ؎

ان کو نصیب اب ہوا ہے چاند کا طواف
ہم مہ رخوں کے روزِ ازل سے اسیر ہیں

اور پھر خدا کے حضور دست بدعا نظر آتے ہیں ؎

بسا دے عالمِ امکاں سے باہر کے گلشن میں
حصارِ ذات کے محصور پنچھی کو رہائی دے

حسنین بخاری صاحب دورِ حاضر کے جواں سال شاعر ہیں جن کے اشعار میں گہرائی اور گیرائی دونوں اپنے مقام مناسب نظر آتی ہیں۔ محبت، انسان، کائنات اور خدا ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ ان کے اشعار میں نہ ہر قسم کا ابہام ہے اور نہ ہی بے مقصد مواد۔ ہرچند کہ ان کی غزل کا آہنگ نیا نہیں مگر ان کا اسلوب ایسا حسین دلکش ہے کہ سامع تحسین پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حسنین اگرچہ گُل و بلبل کے شاعر نہیں لیکن اس کے باوجود ان کا یہ مجموعہ ان قارئین کو پسند آئے گا جو اخلاقی اور معاشرتی قدروں کے دلدادہ ہیں۔

ایک شعر۔ ایک المیہ

فقہ حدیث پہ غالب، حدیث قرآن پر
بدل کر رکھ دیئے شیخِ حرم نے پیمانے

——— رمزی، اٹاوی (جودھپور)

TOUGHT PROVOKERS

A politician will always be there when HE needs you.

People who eat natural, die of natural cause.

Before marriage a man yearns for a woman. After marriage the 'y'is silent !

Courtesy Al-Balaagh

رابطہ باہمی

ا۔ جشن عید میلاد النبیؐ

۲۳ ستمبر۔ کویت (حساوی)

بزمِ طلوعِ اسلام کویت کے زیرِ اہتمام حضور نبیِ اکرمؐ کے جشنِ ولادت کے سلسلے میں بشیر احمد عابد کے غریب خانہ واقع حساوی میں ایک پُر وقار تقریب منعقد ہوئی جس میں اہلِ علم کی کافی تعداد نے شرکت فرمائی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا اور جناب محمد ریاض خاور صاحب نے سورہ الاحزاب کی آیات ۴۱ تا ۴۴ تلاوت فرما کر سامعین کے قلوب کو نورِ بصیرت سے منور کیا۔ ان آیاتِ مقدسہ کا مفہوم کچھ یوں ہے: "اے جماعتِ مومنین! تمہارا فریضۂ حیات یہ ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کو خود اپنے سامنے بھی رکھو اور ان کا چرچا بھی کرو! اور ان کی عملی تنفیذ کے لئے دن رات سرگرداں رہو۔ اگر تم ایسا کرتے رہے تو قوانینِ خداوندی کی برکات اور اس کی کائناتی قوتوں کی تائید و نصرت تمہارے ساتھ رہے گی۔ ان کی طرف سے تم پر تبریک و تہنیت کے پھول نچھاور کئے جائیں گے اور وہ تمہیں زندگی کی ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر جگمگاتی روشنی میں لے آئے گا اور تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما کرتا چلا جائے گا۔ ان مومنین کی موجودہ زندگی بھی درخشاں و تابندہ ہوگی اور اس کے بعد بھی جب وہ اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کریں گے۔ حقیقی زندگی اور سلامتی کی جانفزا اور روح پرور دعائیں ہر طرف سے ان کا استقبال کریں گی اور انہیں نہایت باعزت مقام عطا کیا جائے گا۔" (۴۴ - ۴۱/۳۳)۔

تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد صاحبِ خانہ نے تمام حاضرین کو اس مقدس تقریب میں شرکت کرنے پر خوش آمدید کہا اور اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جناب عبید الرحمٰن آرائیں صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے تحریکِ طلوعِ اسلام کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ تحریکِ طلوعِ اسلام خالص قرآنی اصولوں کے مطابق اسلامی مملکت کے قیام کے لئے مصروفِ جد و جہد ہے۔ آپ نے تمام بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ سب اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیں تاکہ

ایک ایسی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آسکے جو خالص قرآنی اصولوں پر مبنی ہو۔

بعد ازاں، حاضرینِ محفل کو علامہ غلام احمد پرویزؒ کا ایک وڈیو لیکچر بسلسلہ جشنِ میلاد النبیؐ سنایا گیا جسے سب نے بہت پسند کیا۔ علامہ صاحب نے نہایت خوبصورت انداز میں حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کو قرآنِ کریم کی روشنی میں پیش کیا اور نہایت پُرمغز دلائل سے ثابت کیا کہ حضورؐ کی جملہ صفات جو نوعِ انسان کے لئے ہدایت و رحمت کا موجب تھیں ان سب کو قرآنِ کریم نے اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کا یہی وہ حصہ ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالا اور انتہائی قابلِ اعتماد ہے۔ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اس سوانحِ حیات کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کرے اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اس بصیرت افروز خطاب کے بعد حاضرین کی، ہلکی پھلکی چائے سے خاطر و تواضع کی گئی اور آخر میں صاحبِ خانہ نے اس تقریب میں شرکت کرنے پر سب احباب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کیا۔

۲۔ یومِ دفاع

بزمِ طلوعِ اسلام کراچی کے زیرِ اہتمام یومِ دفاعِ پاکستان کے یادگار موقع پر کالجوں کے طلباء و طالبات کے درمیان تقریری مقابلے بعنوان "جنگ کیوں اور کیسے ؟ قرآنِ کریم کی روشنی میں" کا انعقاد کیا گیا جس میں منتخب کالجوں کے طلباء و طالبات نے حصہ لیا۔ کامیاب طلباء کے لئے تقسیمِ انعامات کی تقریب چھ ستمبر کو ہوئی جس میں طلبا و طالبات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مہمانِ خصوصی پروفیسر ارتھ سائنسز اور خالد سلام تھے۔ تقریب کا آغاز قرآنِ کریم کے درس سے ہوا جو غلام احمد پرویزؒ نے دیا۔ تقریب کے منتظم اور ڈاکٹر محمد اسلم نوید نے مختصر خطاب میں افواجِ پاکستان کے کردار کو سراہا اور کہا آج ضرورت ہے کہ ہم تمام فرقہ وارانہ فسادات بھلا کر ملک کے لئے کام کریں کیونکہ فرقوں میں بٹ کر دشمن بآسانی نشانہ بنا سکتا ہے۔ جج صاحبان کے فیصلے کے مطابق گورنمنٹ گرلز کالج نارتھ ناظم آباد کی طالبہ نگہت لودھی نے پہلا انعام حاصل کیا۔ دوسرا انعام گورنمنٹ کالج ناظم آباد کے فاروق احمد انصاری، تیسرا انعام سینٹ پیٹرک کالج کی کوثر جمیل کو اور خصوصی انعام ہنر خان جامعہ عثمانیہ کالج اور نئی ٹاؤن کے طالب علم نے حاصل کیا۔ مہمانِ خصوصی پروفیسر ارتھ سائنسز نے اپنے مختصر خطاب میں قرآن کے نظامِ ربوبیت پر روشنی ڈالی۔ تقریب کے اختتام پر بزم کے رکن قادر خان سیماب نے مہمانوں کو ادارہ طلوعِ اسلام کی تصانیف کا تعارف کرایا۔ (اخبارِ جہاں، بابت ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

۳۔ یومِ آزادی باٹلے، انگلینڈ کے ایک قرآنی گھرانے میں

بعد دوپہر باٹلے کے ایک نوجوان سماجی کارکن گلفراز نے یومِ آزادی پاکستان کے سلسلے میں ایک تقریب کا اہتمام کیا جس میں باٹلے، بریڈفورڈ اور لیڈز سے خاصی تعداد میں نئی اور پرانی نسل کے حضرات نے شرکت کی۔ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر خادم حسین

خاس تھے۔ ڈاکٹر اُم القریٰ یونیورسٹی سعودیہ میں سینئر لیکچرار تعینات ہیں۔ ان دنوں وہ تعطیلات گزارنے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تقریب ایک مقامی ریستوران میں منعقد ہوئی۔ پاکستانی پرچم لہرانے کے بعد پروگرام کی کارروائی تلاوتِ قرآنِ پاک سے شروع ہوئی۔ ڈاکٹر خادم حسین خاس نے کہا کہ جیسا کہ ساری دنیا میں پاکستان کی سلامتی اور بقا کے لئے جشنِ آزادی منایا جا رہا ہے اور خوشی کا اظہار ہو رہا ہے۔ وہ بھی ہیں جنہوں نے پاکستان کے قیام کے بارے اخبارات میں پڑھا اور بزرگوں سے سنتے ہیں۔ ہم میں وہ مسلمان بھی موجود ہیں انہوں نے عملی طور پر تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا۔ اس مختصر سی تقریب میں ڈاکٹر خاس نے اس بات پر زور دیا کہ نوجوان نسل کو دیارِ غیر میں بہتر طریقوں سے پاکستان کے متعلق روشناس کرایا جائے اور ہم اگر اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گے تو انشاءاللہ پاکستان مزید مضبوط ہوگا۔

(روزنامہ آواز' ۱۹ اگست ۱۹۹۳ء)

بزمِ طلوعِ اسلام' اوسلو کے زیرِ اہتمام اوسلو' ناروے میں

"بزمِ نونہال" کی تقریب

۳۔ اکتوبر بروز اتوار کی بھیگی شام کو ۴ بجے "یارلن سینما" کی بالائی منزل کے خوبصورت ہال میں بزمِ طلوعِ اسلام اوسلو، ناروے کی زیرِ نگرانی بچوں کے لئے بزمِ نونہال کی تقریب منعقد ہوئی۔ بچوں کے لئے بنائی گئی اس بزم کی انتظامیہ میں محترمہ نرگس الطاف، جناب آفتاب سید اور جناب محمد امجد رانا صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس بار اس تقریب میں اکثریت ان بچوں کی تھی جو کہ تین برس سے لے کر دس برس تک کی عمر کے تھے۔ بالالفاظِ دیگر تیسری جماعت تک کے بچوں اور بچیوں نے اس پروگرام میں حصہ لیا۔

پروگرام کا آغاز بزمِ طلوعِ اسلام کے ہر دلعزیز میزبان جناب محمد امجد رانا صاحب نے ٹھیک چار بجے شروع کر دیا۔ اس وقت ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بچوں اور خواتین کی اس قدر گہما گہمی پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ امجد رانا صاحب نے بزمِ طلوعِ اسلام کے نمائندہ یعنی صدر جناب خادم حسین صاحب کو اسٹیج پر بلایا تو انہوں نے بچوں کی اس رنگا رنگ محفل کے متعلق سامعین کو ضروری معلومات فراہم کرتے ہوئے بزمِ نونہال کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ اس بزم کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پروگراموں کے ذریعے بچوں کو اپنی قومی زبان اُردو میں عبور حاصل کروائیں۔ ان کی عربی اور قرآنی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے اور ساتھ ہی یہ کہ بچوں کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کی جا سکے تاکہ دیارِ غیر میں رہ کر ہمارے بچے اپنی دینی اور وطنی روایات میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ ان کی مختصر سی تعارفی تقریر کے بعد محترمہ نرگس الطاف نے باقاعدہ اس پروگرام کا آغاز کیا۔

تلاوتِ کلامِ پاک کے لئے ایک ننھی سی بچی کنول اکرم کو اسٹیج پر بلایا گیا۔ اس بچی نے نہ صرف چند قرآنی آیات

کی تلاوت کی بلکہ ان آیات کے ترجمے اور تفسیر سے اس انداز سے سامعین کو آگاہ کیا کہ سب انگشت بدنداں رہ گئے۔

تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد باری باری بچوں نے تقاریر کیں، نظمیں سنائیں، پہیلیاں بوجھائیں، لطیفے سنائے اور سب سے آخر میں بچوں نے ڈرامہ کے چند سین بھی کئے۔

بچوں کے لئے تیار کئے گئے اس سارے پروگرام پر سب سے زیادہ محنت جناب آفتاب سیّد اور ان کی بیگم محترمہ اسماء سیّد نے کی۔ وہ اس لحاظ سے مبارک باد کے مستحق ٹھہرے کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود بزمِ نونہال کے پروگرام میں سب بچوں کی تیاری کی بڑی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے رکھی ہے۔ اس پروگرام میں یعنی ڈرامہ میں حصہ لینے والے بچوں کی اکثریت کا تعلق اوسلو کے ASKELADEN BARNEHAGE سے تھا۔ اس ڈرامے میں جو مناظر پیش کئے گئے ان میں قبل اسلام اور اسلام پھیلنے کے دوران اور اس کے بعد کے دور کی جھلکیوں کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا گیا تھا۔ مناظر میں بچوں کو پہنائے گئے لباس اور اسٹیج کی سیٹنگ کچھ اس انداز سے کی گئی تھی گویا ہم قدیم عربوں کے ماحول میں ہی پہنچ گئے ہوں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ڈرامہ میں بچوں کو پہنائے گئے لباس اسی قدیم زمانے کو سامنے رکھتے ہوئے بنائے گئے ہوں اور ان پر بھی بڑی محنت اور خاص توجہ دی گئی ہو۔

اس پروگرام میں مقامی نارویجن خواتین و حضرات بھی مدعو تھے جنھوں نے اُردو زبان کی سمجھ نہ ہونے کے باوجود بھی محفل میں بیٹھے دوسرے لوگوں کی طرح خوب انجوائے کیا۔

چونکہ اوّل، دوم اور سوم آنے والے بچوں کو انعامات دیئے گئے اس لئے اس چیز کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ کس بچے کی پرفارمینس کیسی ہے، انتظامیہ نے جناب زمان صاحب، جناب جمشید مسرور صاحب اور جی۔ مصطفیٰ شان کو بطور جج مقرر کیا۔ ان کی مشترکہ رائے سے تقریروں میں کنول اکرم، فریال اور مریم کو اوّل، دوم اور سوم قرار دیا گیا۔ پہیلیوں میں رمشا آفتاب اوّل نمبر پر رہیں۔ نظمیں سنانے میں صبا قریشی، فائزہ اور سونیا بٹ اوّل، دوم اور سوم رہیں۔ ڈرامہ میں اچھے کردار ادا کرنے والے جن بچوں کو انعام ملے ان میں عمیر طاہر اوّل، نگار سحر دوم اور نوشیرواں تیسرے نمبر پر رہے۔

خصوصی انعامات تین برس کی دو چھوٹی اور پیاری پیاری بچیوں نگار سحر اور گل سیماب کو دیئے گئے کیونکہ انہوں نے اسٹیج پر آکر اپنی توتلی زبان سے نظمیں سنائی تھیں۔ اس کے علاوہ "تو بھی پاکستان ہے، میں بھی پاکستان ہوں" گانے والی تینوں بچیوں کو بھی انعام کا مستحق قرار دیا گیا کیونکہ انہوں نے بھی بڑے منفرد انداز میں نغمہ پیش کیا تھا۔ ڈرامہ میں حصہ لینے والے سب بچوں کے نام یہ ہیں۔ رمشا، انعم، زبیر طاہر، عمیر طاہر، نگار سحر، نوشیرواں، سمیرا رفیق، سمیع الطاف، ماجد ملک، توشیف اکرم، نعمان اکرم، فائزہ شفقت اور بشریٰ یوسف۔

جن بچوں نے دوسرے پروگراموں میں حصہ لیا ان کے نام ہیں۔ ذیشان اکرم شاہ، بشریٰ یوسف، نعمان اکرم، نگار سحر، ـشا آفتاب، نوشیرواں، گل سیماب، رمیزہ، زہیب ملک، جہاں زیب ملک، ہنسا محمود، ثنا رشید، سونیا بٹ، فائزہ شفقت

صبا قریشی، فرخ قریشی، فریال خاں، حرا، عمر رفیق، مریم ظہیر، علی ظہیر، سویرا عابد، شاہ عابد، ثمین ملک، حمزہ محمود، ثمینہ بیگ، اور بہت سے دوسرے بچے۔ بچوں کے سارے پروگرام کی کمپیئرنگ محترمہ نرگس الطاف نے کی اور انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اسٹیج کو سنبھالے رکھا۔ درمیان میں کبھی کبھی امجد رانا صاحب بھی اپنے علیحدہ مائیک سے بچوں کی ذہانت کا امتحان لیتے رہے اور ان سے اسلام، قرآن اور نبیؐ کے بارے میں مختلف قسم کے سوالات کرکے ان کے جوابات پوچھتے رہے۔ جب کوئی سوال مشکل ہوتا تو اس کے جواب کے لئے نہ صرف بڑے بچوں بلکہ بوڑھے بچوں کو بھی زحمت دی جاتی۔ اس طرح امجد رانا صاحب اور محترمہ نرگس الطاف کی مشترکہ کمپیئرنگ نے اس پروگرام کو چار چاند لگا دیئے۔

پروگرام کے پہلے حصے کے اختتام پر تمام حاضرینِ مجلس کی سوپ، پکوڑے، کیک اور چائے سے تواضع کی گئی۔ محترمہ خالدہ خانم نے جی جان سے محنت کرکے اور اپنی سہیلیوں کی مدد سے یہ سب کچھ کھانے پینے کا سامان تیار کیا تھا۔ پھر بڑی خوش اسلوبی سے سب مہمانوں کی خدمت میں اپنے ہاتھوں سے پیش کیا۔ اس سلسلے میں محترمہ خالدہ خانم کی دوڑ دھوپ قابلِ تحسین تھی۔

سب سے آخر میں بزمِ نونہال کی انتظامیہ نے بزمِ طلوعِ اسلام اوسلو کے نمائندہ کو دوبارہ اسٹیج پر بلایا جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے باری باری بچوں کو انعامات تقسیم کئے۔ انعامات جیتنے والے بچوں کو انعامات دینے کے بعد انتظامیہ نے جب یہ محسوس کیا کہ انعامات کثیر تعداد میں ابھی باقی پڑے ہیں تو سب بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے سبھی بچوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ انعامات حاصل کرنے کے بعد سبھی بچے خوشی خوشی کافی دیر تک ہال میں اپنے اپنے انعامات سب کو باری باری دکھاتے رہے۔ پروگرام کے اختتام پر بزمِ نونہال اوسلو کی انتظامیہ کی طرف سے جناب آفتاب سید نے یہ اعلان کیا کہ عرصہ دو ماہ بعد پھر اس قسم کا بچوں کا ایک اور پروگرام ترتیب دیا جائے گا جس میں چھٹی جماعت تک کی بچیاں اور بچے حصہ لے سکیں گے۔

"بزمِ طلوعِ اسلام، اوسلو"

(رپورٹ جی مصطفیٰ شانؔ۔ اوسلو، ناروے)

حقائق و عِبَر

۱۔ استفسارات

قرآنِ خالص پہ جہاں کہیں بھی انحصار کیا جائے گا جواب ایک ہی ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں پندرہ روزہ "حق و باطل" میں شائع ہونے والے چند سوالات اور ان کے جوابات۔

س ۱۔ ثواب کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

ج ۱۔ ثواب کا مطلب ہے فائدہ، صلہ اور نتیجہ۔ قرآن نے مومنین کے لئے بتایا ہے کہ

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ (آلِ عمران: ۱۴۸)

"انہیں اس دنیا کا فائدہ (ثواب) بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت کا بھی بہترین صلہ عطا فرماتا ہے"۔

ثواب کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تعلق اس دنیا سے نہ ہو یا وہ ایسی غیر محسوس شے ہو کہ کسی کو اس کا پتہ ہی نہ چلے کہ کیا ثواب ملا؟ ملا بھی کہ نہیں؟ اور ملا تو کہاں اور کیسے؟ ثواب دراصل کتابِ الٰہی پر عمل کرنے کا وہ لازمی نتیجہ، صلہ یا فائدہ ہے جو محسوس شکل میں اس دنیا میں بھی ضرور سامنے آتا ہے اور آخرت میں بھی لازماً اس کے بہترین نتائج رونما ہوتے ہیں۔

س ۱۔ "حق و باطل" میں اکثر ایسی باتیں شائع ہوتی ہیں جو مسلمانوں کے عام عقائد و اعمال کے بالکل خلاف معلوم ہوتی ہیں جبکہ یہ عقائد، اعمال اور رسوم صدیوں سے ہمارے مروج چلے آرہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ اسلام کے مطابق نہیں تھے تو ان کے خلاف کسی عالم اور بزرگ نے آواز کیوں نہ اٹھائی اور یہ ہمارے معاشرے میں متواتر رائج کیسے چلے آرہے ہیں۔ جب کسی بزرگ نے ان کے خلاف کچھ نہیں کہا تو کیا ہم ان سے زیادہ دین کو سمجھنے والے ہیں؟

ج ۱۔ دراصل جب کوئی قوم اپنے آپ پر تحقیق کا دروازہ بند کر لیتی ہے اور عقل و فکر کو تالے لگا کر کوری "تقلید" کو اپنی روش بنا لیتی ہے تو پھر جو کچھ اور جیسا کچھ ہوتا چلا آرہا ہے بس اسی کو صحیح تسلیم کر کے اندھی بن کر اسی کی پیروی کرتی رہتی ہے۔ اس روش کی دلیل عموماً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہی میرے اسلاف کا طریقہ ہے اور اسلاف کی روش کبھی

غلط نہیں ہو سکتی۔ لیکن سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ کیا کوئی غلط بات اس لئے صحیح قرار پا سکتی ہے کہ وہ مدتوں سے موروثی طور پر چلی آرہی ہے؟ ظاہر ہے کہ غلط بہر حال غلط ہے۔ خواہ اس پر صدیوں سے عمل کیوں نہ ہو رہا ہو۔ کسی غلط طریقے کا صدیوں سے رائج رہنا ہرگز دلیل نہیں بن سکتا۔

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ غلط اور صحیح کا آخر معیار اور پیمانہ کیا ہے؟ تو مسلمانوں کے لئے اس کا نہایت آسان اور واضح جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے صحیح اور غلط، حق اور باطل کو پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی اللہ کی کتاب ہے۔ جو اس کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ یقیناً غلط ہے۔

یہی وہ کسوٹی ہے جس کے مطابق مسلمانوں کو ان تمام غلط عقائد و اعمال کو پرکھنا چاہیئے جو ہمارے معاشرے میں صدیوں سے رائج چلے آرہے ہیں اور جنہیں اندھی تقلید اور بھاری بھر کم ناموں سے نسبت کی وجہ سے کوئی شخص چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔

س ۱۔ ہمارے یہاں ایک رسم یا طریقہ ہے کہ میّت کے ایصالِ ثواب کے لئے ملّاؤں کا ایک گروہ بلایا جاتا ہے جو قرآن پڑھ کر مردے کو اس کا ثواب بخشتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج ۱۔ جب آپ ایسا کوئی گروہ پیدا کر دیں گے جس کا ذریعہ معاش کچھ نہ ہو تو وہ اپنی روٹی کے لئے کوئی نہ کوئی صورت تو نکالے گا ہی ــــ یہ سب رسومات اسی بے کار گروہ کے حصولِ معاش کا ذریعہ ہیں۔ دین میں ان خرافات کا کوئی تصور تک نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب کا عقیدہ تو اللہ کے قانونِ مکافاتِ عمل کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دیتا ہے جو کہ دین کی بنیادی تعلیم ہے۔ قرآن مردوں کو بخشوانے کی کتاب نہیں ہے بلکہ زندوں کی ہدایت فوز و فلاح اور نجات کے لئے ہے۔ جو زندہ خود، اس کتاب کے ذریعے زندگی کی المناکیوں سے نجات نہیں پا سکا۔ اس سے ہدایت و فلاح حاصل نہ کر سکا وہ کسی مردے کو اس سے کیا ایصال کرے گا۔

> **اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ اللہ کے ہاں تمہارا مقام کیا ہے تو دیکھ کہ اللہ کی مخلوق تمہیں کیسا سمجھتی ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ کے ہاں تمہارا مرتبہ وہی ہے جو مخلوق کے ہاں ہے**
>
> حضرت عمرؓ

DARS-E-QURAN

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmed Parwez (r)

BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT ABOVE PLACES.

1. **BIRMINGHAM** — Sunday 3 PM
229 Alum Rock Road

2. **CANADA** — st Sunday 11 AM
P.O.Box 21115, Jane Finch Pro
3975 Jane St. Downsview ONT M3N 3A3

3. **DENMARK** — Last.Sat 2.PM
R.O.Aegte Taepper, Falkoner Aue 79
2000 Fredriksberg C.

4. **KUWAIT** — Friday 6:15PM
Residence Ubaid-Ur-Rahman Arain
Phone 5316273

5. **LONDON** — 1st Sun 2.30 PM
76 Park Road Ilford Essex
Phone 081-553-1896

6. **NORWAY** — 1st Sun 4PM
Akeberg Veien-56 -Oslo-6
Galgeberg, 4th floor

7. **YARDLEY** — Last Sun 2PM.
633 Church Road, Yardley, Birmingham
B33 8HA (Phone 021-628-3718)

8. **ESSEX** — 2nd.Sun 3 PM
50 Arlington Road
Southend-on-Sea ESSEX SS2 4UW,Phone 0702-618819

9. **YORKSHIRE** — 1st Sun 3 PM
Cardigan Community Centre
145-49 Cardigan Road LEEDS-6
Contact M.Afzal 0532-306140, 0274-664620

A STEP AHEAD !

Dear Reader !

Assalaamu Alaikum Wa Rahmatullah

Hope you are a regular reader of Tolu-e-Islam.

If so, we would like to know more about you.

Have you paid your subscription for the year 1994?

Is your personal account adequately replenished.

How many new subscribers have you introduced in the galaxy of Tolu-e-Islam Readers ?

How much of your hard earned income have you contributed towards Gift Scheme which supports supply of Tolu-e-Islam Magazine to Public Libraries in and abroad?

Do we have your address in our computer?

Would you want us to take down your profession, business address, telephone number and your date of birth ?

Do you have a problem which can be shared by members of Tolu-e-Islam Movement?

Please do write to me with reference to your subscriber number.

Muhammad Latif Chaudhery,Nazam Idara Tolu-e-Islam

waged for the protection of a Truthful and just regime. (2:85)

(5) Fulfil obligations - This is a permanent value. But if you fear treachery from the other party, throw back their covenant. (5:58)

The constitution of the Islamic State of Pakistan ought to be one consistent with the basic principles of the Quran described above.

To seek for a constitution based on divine laws is not only the duty of those who rule the land of Pakistan; it is rather the duty of all the Muslim individuals to ponder over it and strive for it, in order to pull ourselves out of the drudgery of Western Democracy. Already we have seen enough of this nonsense.

WHY WAIT TILL DECEMBER

Most of the Subscriptions shall be expiring in December 93. **Patrons** are requested please to renew their subscriptions before end of the year. Subject to availability of Balance, Renewal of Account Holders shall be automatic.

RATE OF SUBSCRIPTION SHALL HENCEFORTH BE AS UNDER:	
PAKISTAN	Rs.120+20 (Bank Charges)
ASIA,AFRICA,EUROPE	US Dollars 18 or.Rs.= .540
AUSTRALIA/US/CANADA	US Dollars 20 or Rs.= 600.

Bazms and Account Holders sponsoring despatch of Magazine to their friends, relatives and libraries are requested to intimate changes in the month of Nov 93, failing which the despatch shall continue unabated.

Nazim-e-Idara.

respect. (3:195)

(12) Lawlessness shall be checked. (2:205)

(13) The state shall be organised on the basis of mutual consultation. (42:38)

(14) Justice, Evidence and pleading the cases of clients in the court of law shall be according to the rules laid down by the Quran in (2:42), (2:283), (4:135), (5:8), (4:105), (4:107) and (28:17)

(15) Power shall be entrusted to most trust-worthy and fit persons for the job. (4:58)

(16) Chastity shall be protected. (16:32), (24:2)

(17) Cooperation - in matters consistent with the divine laws and non-cooperation in matters of sin and enmity. (5:2)

(18) Freedom in the choice of religion. (2:256)

(19) Non believers and their places of worship shall be protected. (22:40)

(20) Division of mankind on the basis of Ideology only. (64:2)

Relative Values

Besides Permanent Values there are Relative Values which are conditional, for example -

(1) Protection of life - Although it is a permanent value but according to law a murderer can be sentenced to death. (5:32) Similarly in times of war life can be demanded for the protection of Truth.

(2) Security for peace - Those living in a just regime based on divine laws shall be provided security of peace as their human right but if they intrigue or rebel against the lawful regime they shall be severely punished.

(5:33)

(3) Security for Crops and Cattle - This is also an important value. (2:205). But their protection may not be possible during war waged in protection of Truth.

(4) Security of places of Residence - This is also a permanent value but this may become interrupted during the time of war

(4) Criterion for position in society - After birth, the ranks are according to how far one's actions are consistent with the divine laws. (46:19)

(5) Adl (Justice) - The provision of justice means justice in all spheres of life. It means a condition where every individual in a human society gets what is due to him by virtue of being a man. It is the provision of equal opportunities to individuals for their physical development as well as the development of the personalities; it is the provision of ranks proportionate to the capabilities of individuals; it is the decision of disputes according to law (16:50) without distinction between friend and foe. (5:8)

(6) Punishment for a crime - "Those who earned evil will have a reward of like evil." (10:27) The recompense of an injury is an injury equal thereto (in degree); but if a person forgives and makes reconciliation, he should be provided opportunity to amend himself (42:40)

(7) Responsibility - Every body should bear his own burden i.e., he should personally fulfil his own responsibilities. (6:165)

(8) Zulm - ظلم is opposite to Adl. It means to put a thing at a place where it should not be. The Quran not only prohibits wrong acts but also that you should not be wronged. (2:279). In order to put a check to Zulm, even war is allowed. (22:39)

(9) Ihsan - Adl (justice) provides equal opportunities to individuals. On the other hand Ihsan means a condition where an individual (if inspite of his best efforts) lags behind, his deficiency is made good by others, to restore the disturbed proportion of the society (16:90). This spending on others is not by way of charity but by way of their Human Rights. (76:9), (55:60)

(10) Freedom - No human being shall be a slave or a subject to his fellow beings. (3:78). The subservience shall be due to law only. (3:78) and the law shall be consistent with the divine command (7:3).

(11) Results of human actions - Every action has its reaction. A good act produces a positive or constructive effect and a bad act has a negative or disintegrating effect. (99:7-8). There shall be no difference between a man and a woman in this

(1) *To remove the differences which have arisen amongst mankind and make them a universal Brotherhood (a single nation). To achieve this objective it is essential that there should be one code of laws and one organisation for the whole of humanity. It is apparent that such a code of laws can be obtainable only from the Divine Fundamental Principles.*

(2) *A system of peace and justice be established in the world, based on the principles of equality and respect for mankind.*

(3) *A system, of provision of nourishment to individuals, in order to fulfil the needs of their body and their personality with satisfaction, be laid down.*

(4) *To make strenuous efforts to explore nature and to make use of the fruits of this labour for the benefit of mankind as a whole.*

The holy Quran impresses upon man the importance of a pragmatic test. You apply revealed laws to human affairs and watch the results yourself. The Pakistan territory was gained for this very purpose.

Basic Human Rights

As mentioned earlier, the basic human rights are contained in the Permanent Values provided by the Quran, which have already been described in Chapter 2 of this book. However we shall briefly mention them again at this juncture, in order to make it a part of the Constitution.

These human rights are basic and permanent, they cannot be denied to any individual, and every individual can demand them as a matter of right-

(1) Human Personality - The aim of human life is the nourishment of human personality (91:9-10). An Islamic state exists for the sake of provision of nourishment to the personalities of individuals. The Quran calls it 'ruh-e-Khudawandi' (32:9). That is what distinguishes man from lower animals.

(2) Rizq (رزق) - The provision of means of nourishment for human body is the responsibility of an Islamic state (11:6), (22:41).

(3) Respect for Humanity - All human beings are equal and worthy of respect by birth (17:70)

and that is what the Quran stands for: كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ

(2:213) مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

"Mankind was one single nation (but they became divided into different groups later on (10:19). Thus Allah sent his Messengers with glad tidings of the results of following the right path and with warnings about the dreadful results of following the wrong path and with them He sent his code of law in truth to judge between people in matters wherein they differed (through self-contumacy and thus make them again a single nation)."

Equality of mankind - The Quran has openly declared that the hindrances in the way of unity amongst mankind, such as blood, colour, race, language etc. are their self-made; and that all human beings are worthy of respect by birth (17:70).

The object behind the organisation of an Islamic state is to establish justice in the entire world: (57:25) ليقوم الناس بالقسط "That men may stand for justice."

The other object is the establishment of peace in the world.

(2:60) .... وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

"And do not act corruptly, making mischief in the world." And do not advance forward, in making mischief in the world."

The individuals who organise an Islamic state are called مومنين which means those who are responsible for making peace in the world; and the principle for the perpetuity and eternity of the system is:

(13:17) .... وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ....

"While that which is for the good of mankind remains on the earth."

Thus the provision of nourishment to the humanity shall be the aim of this system. Those nations who make efforts to achieve the above-said objectives, the Islamic state shall cooperate with them; and those who take steps against these objectives, the Islamic State shall not cooperate with them (5:2)

Inference -

"The ultimate aim of the establishment of an Islamic State shall be:

Muslim country, the Muslim armies shall protect the places of worship of non-Muslims (22:40). In case the non-muslims of an islamic state want to migrate to a non-Muslim country, they shall be provided security to reach their destination:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ

(9:6) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۞

"If one amongst the Pagans ask thee for asylum, grant it to him, so that he may hear the word of Allah and then escort him to where be can be secure: that is because they are men who do not know (the benefits of remaining in an Islamic State)."

But if they stay in an Islamic state and at the same time rebel against its constitution, they shall be punished for the rebellion (5:36). The punishment for rebellion is the same whether he be a Muslim or a non-Muslim.

Inference.

"The non Muslim residents of an Islamic state shall not be allowed to take part in the affairs of the state because they do not accept the Islamic constitution and, thus, are not desirous of being the part of the Muslim Nation. But they shall be provided all the basic human rights. Their life, property honour and places of worship shall be protected. They shall have personal religious freedom. They shall be treated justly and in this respect there shall be no difference between a Muslim and a non-Muslim.

Inspite of all these privileges, if these people want to migrate to some other state which is willing to accept them, the Muslim state shall manage to help them in this transfer, with security.

But if they rebel against the laws and constitution of Islamic state while living inside it, they shall be punished for the rebellion; and the punishment shall be the same as for Muslim rebels."

Universalism

An Islamic state starts within a particular territory which serves as a laboratory for putting into practice the divine laws and to watch their results. The positive and delightful results which appear by this experimentation do not remain enclosed within this territory. Its perimeter is bound to spread, making the organisation of the Islamic state a gift for the whole of mankind. Its objective is to promote universal brotherhood by removing the differences that exist amongst mankind.

(3:119) وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

"Ah! you are those who love them. But they love you not, - though you believe in all the books (yours and theirs). When they meet you they say, "We believe (in your ideology)" but when they are alone, they bite off the very tips of their fingers at you in their rage. Say: Perish in your rage: Allah knows well all the secrets of the heart."

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ
(3:120) تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

"If ever a good befalls you, it grieves them. But if some misfortune overtakes you, they rejoice at it. (Remember !) if you are constant and take measures in order to protect yourselves, not the least harm will their cunning do to you, for Allah compasses round about all that they do."

Other verses of the Quran related to this subject are (3:27), (60:1-4), (9:23-24)

That is no short sightedness-

Some people object to the above-said concept and consider it to be short sightedness. But no system based on ideology shall accept, as partners in state affairs, those who are against that ideology. Not to speak of ideology, even in the current democratic governments the party in power does not allow the opposition party to take part in the administration. But in the case of Islam the matter goes further. The constitution of an Islamic state is its ideology. Those who do not accept its ideology, as a matter of fact do not accept its constitution. Now just consider, if there is any state in the world which could possibly admit as partners those who do not accept its constitution? Shall it not be strange that whereas the object of an Islamic State shall be to put into practice the divine laws and to achieve this objective they shall accept as partners those who are against the objective itself?

Kind treatment with the non-Muslim living in an Islamic State-

But it by no means follows that non-Muslims have no rights in an Islamic state. they shall have all the rights which the Quran declares as basic human rights. Their life property, honour and places of worship shall be protected. They shall have the religious freedom. They shall be treated kindly (60:8). As a matter of fact, in one way, they shall even be in a better positions than the Muslims., When an enemy attacks a

After this open declaration, if any body does not like to enter it, he shall be responsible for his own acts.

The same has been clarified further by saying:

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰئِفَ فِي الْأَرْضِ

"He it is Who has made you inheritors on the earth."

فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ

"If then, any who rejects the path of Allah i.e. the constitution on which is based its government, he himself shall be responsible for it." If he feels at a loss after this, he should not complain for it, because that is what he has achieved for himself. It is not possible that one does not accept an ideology, but becomes an equal partner in receiving the privileges and favours of Allah by those who accept it. If he is at a loss after this he should bear the loss."

.... وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا
(35:39)

"Their rejection but adds to the odium for the unbelievers in the sight of their Rabb. Their rejection but adds to their own loss."

It is a pity that the unbelievers have themselves closed the doors to the gifts and privileges (36:30) يا حسرة على العباد Ah alas for my servants."

But the cure for this ailment lies in their own hands. The door is always open to them. Any time they realise their mistake, they can enter this door by accepting the ideology.

The non-believers shall not take part in the secrets of an Islamic state--

Non-Believers who live within the boundaries of an Islamic state, if they do not accept the ideology of the state, they cannot take part in the working of its government, nor can they be relied upon in the case of secrets of the state. The Quran has fully clarified this point when it is said: يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ
(3:118)

"O ye who believe! Take not into intimacy those outside your ranks. They will not fail to corrupt you. They only desire your ruin: rank hatred has already appeared from their mouths: what their hearts conceal is far worse. We have made plain to you the signs, if you have wisdom. هَٰأَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا

on the basis of a common abode or country, or on the basis of a common race, particularly the former. It means that all individuals living in a country inspite of having different creeds, form a nation. But according to the holy Quran, a nation comes in to existence on the basis of ideology; which means that those people who accept the Islamic ideology, form one nation and those who do not accept that ideology are outside the circle of this nation, although they may be the inhabitants of the same country. The Quran has divided humanity on basis of this standard:

(64:2) هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ....

"It is He Who has created all of you, some of you are non believers and some of you are believers."

Thus according to the holy Quran, this is the only criterion for the division of mankind. The Quran presents its ideology to the whole world without any distinction of colour, race, language nativity and religion and asks them to thoroughly ponder over this ideology; and after this if one thinks that it is worthwhile he may accept it by his own free will. But if he does not think it worthwhile, he may reject it. Nobody shall be compelled to accept it

(2:256) لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ....

"There is no compulsion (to follow) the way of life based on the Quranic Fundamentals. The right direction is henceforth distinct from error."

Again it is said:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ

(39:41) وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ

"Verily We have revealed the Book to thee in Truth, for (instructing) mankind. He, then, that follows the right path by accepting this guidance, shall be benefitted by it; but he that strays and follows the wrong path, shall injure his own self. Nor art thou (O Rasool!) set over them to bring them to the right path."

The Quran has thus left the door open for entry into the Islamic Ummah. Anybody who likes it may enter it

(73:19) .... فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

"Whoso will, let him take a (straight) path towards his Rabb."

their life and property as a trust of the state lying with them, and the responsibility of the state shall be to make such arrangements that a life of peace and plenty shall become available to them in this world and in the life hereafter. This contract shall be made the part of the Islamic Constitution.'

Inference.

The individuals of the state shall consider their life and property as a trust of the state which the state could demand as required subject to the injunctions laid down by Allah in the Quran. In lieu of it the state shall make such arrangements that a life of peace and plenty could be available to the individuals in this world and in the hereafter. This contract shall be equally applicable to both sides.

Basic Human Rights

What should be the basic human rights available to the individuals of the state, is a question which has gained much importance in modern age. In this respect a list of basic rights is given in the constitutions of the constitutional states. The U.N.O. has given details of the basic human rights in its charter. But may it be, in the constitutions of the states or in the United Nations charter all the basic human rights are conditional. On the other hand in the holy Quran these human rights are in the form of VALUES. Most of them are permanent values and some are Relative Values. Permanent Values are the ones in which the rights are unconditional. And relative values are ones in which the rights are conditional. As for example the availability of رزق or the means of sustenance is a permanent value and is unconditional. No individual can be denied of this right, in any case. On the other hand, protection of life is a relative value. If a person murders another person, he shall be sentenced to death. That clarifies the difference between a Permanent Value and a Relative Value.

The list of Values shall be described separately.

Inference.

All those basic rights the details of which are given in the Quran shall be available to the individuals of an Islamic State. Out of them those rights which are conditional, their conditions shall be the same as shall be determined in the light of the Quran.

The position of non-Muslims in an Islamic State

This is an important question which must be thoroughly understood. In the modern politics of the world individuals form a Nation

Means of Production

It is apparent that the state is not able to fulfil the above said responsibilities, unless the means of production are not in the custody of the state. The Quran has ordained to keep the means of production (ارض) equally open to all: متاعًا للمقوين (56:73) Means of nourishment to the hungry:

Besides means of production, the surplus wealth also remains basically in the custody of the State. It means that basically the surplus wealth is in the custody of the state but the state depending on its organisational facilities, can keep it with the individuals as a trust. About the surplus wealth it is said:

(2:219) .... يسئلونك ماذا ينفقون قل العفو ....

"They ask thee how much they are to keep open for others, say: "What is surplus to your needs."

In an Islamic state neither the means of sustenance, nor the surplus wealth remains the personal property of anybody. Even with the state these remain as a trust, so that it could be spent according to needs.

Inference.

In order to meet the above described responsibilities it is imperative that the means of production shall remain in the custody of the state and surplus wealth shall not be considered the personal property of individuals. These shall remain in the custody of the state as a Trust, so that the state may spend it for the nourishment of humanity.

Relationship between Individuals and the State

Because the state is bound to fulfil such responsibilities which Allah has taken upon Himself, in respect of human beings, it is the duty of the individuals to make payment to the state of all the dues prescribed for them by Allah. In this connection the relationship between the state and the individuals has been laid down by means of a contract:

(9:111) .... ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة

"Allah has purchased of the believers, their persons and their wealth, surely for them is a heavenly life (in return)."

It means that the individuals of an Islamic state should consider

physical needs, as well as the development of their personalities.

The responsibilities of Allah-

Before proceeding further let us point out a basic issue - when an Islamic state makes the individuals follow the divine laws, the responsibilities which Allah has taken upon Himself, shall be fulfilled by the Islamic state. The fulfillment of these responsibilities is the foremost duty of the Islamic state.

Out of these responsibilities the primary and basic one is the provision of رزق or the means of nourishment. 'Rizq' means the provisions for physical development as well as the development of latest potentialities. The Quran says:

(11:6) وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ....

"There is no moving creature on the earth, but its sustenance depends on Allah."

In respect of the same responsibility an Islamic State addresses the individuals of the state as follows:-

(6:151) .... نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ....

"We provide nourishment for you and for them (your children)."

As far as the provision for the physical needs of human beings are concerned the Quran has included food clothings and dwellings in it (20 : 118-119).

Inference.

The State in itself is not the ultimate objective. The ultimate objective is the individual. The state is meant for the protection of the individuality of persons and for the development of their personality. In order to achieve this objective the state shall fulfil all those responsibilities which Allah has taken upon himself in respect of human beings. This includes رزق *or the provision of the means sustenance which is the uppermost responsibility. About this the state shall arrange for the easy availability of the basic needs to the individuals. None shall be an exception to it. Moreover the state shall provide means for the development of personalities of individuals.*

security, again, is not the end by itself. Its objective is explained by saying) "That they will bow down before my laws (only) and not associate ought with my sovereignty". (It is further explained by saying:) "If any rejects it after this, they are rebellions (they break the pattern in which the organisation of Deen flourishes)."

After this it is said:

(24:56) وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

"So establish `sal'at' (the way of life consistent with the divine laws and provide `Zakat' (provision of nourishment to individual human beings) and obey the Rasool, so that you may undergo development, within the specified pattern."

In the above said Ayats the objectives of an Islamic state have been described in detail which are:-

1. To establish in authority their Deen.
2. To change the State of individuals from the fear in which they live to that of peace and security.
3. The obedience shall be that of divine laws only.
4. To establish a social order in which every individual firmly follows the divine laws.
5. Nourishment of individuals followed by the nourishment of humanity as a whole.

The individuals shall obey the Centre, in order to put into practice the above said objectives and that shall cause the development of their personality.

At yet another place the above said objectives have been described briefly:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ
(22:41) وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

"They are those who if We establish them in the land, establish the way of life consistent with the divine laws and provide nourishment to individuals, enjoin the right and forbid wrong. With Allah rests the end and decision of all affairs."

Thus the basic objective of an Islamic state is to make the individuals follow the divine laws and to provide means of nourishment to them; and this nourishment shall include the provision of their

determined by his personal qualifications.

(4) *All shall be provided jobs befitting their personal capabilities.*

(5) *None shall be denied his basic fundamental rights.*

(6) *Those who commit crimes shall be punished; the punishment shall be proportionate to the crime; and where there is chance of reconciliation the punishment shall be remitted.*

(7) *Every person shall bear his own burden.*

(8) *Wrong not and you shall not be wronged.*

(9) *All disputes shall be settled by means of laws subject to the Quranic principles.*

(10) *The Judiciary shall be responsible for putting into practice the Quranic 'Adl' and shall be free from all external influences. The chief Justice of the Supreme Court shall be appointed on the advise of the Parliament.*

(11) *Justice shall be provided without remuneration and 'Muftis' shall be appointed who shall advise people regarding the lawful position of their cases.*

Objective before an Islamic State

According to the holy Quran, the state is not the objective by itself. The objective is the individual, his protection and the development of his personality. The programme laid down by the Quran is for the achievement of this high ideal. This has been described in the Quran at different places. Thus it is said:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ .... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(24:55)

"Allah has promised those amongst you who believe and work deeds consistent with the divine laws that He will of a surety, grant them inheritence in the land, as He granted it to those before them."

(What is the object of this succession in power?)

"That they may establish in authority their 'Deen'; the one which He has chosen for them: and that He will change (their state) after the fear in which they (lived) to one of security and peace". (This peace and

should be punished.

(6:164) .... وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ....

"Every soul draws the meed of its acts on none but himself."

And every body shall bear his own burden:

(6:164) .... لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ....

"No bearer of burden can bear the burden of another."

The Quran has briefly explained the entire system of judicature in two words:-

(2:279) .... لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝

"Deal not unjustly and you shall not be dealt with unjustly."

It is apparent that only those persons shall be able to put such a justice in to practice who are influenced neither by their personal inclinations nor by some outside pressure. In case of justice the question of compromise does not arise. Neither in the case of your ownself nor in the case of anybody else. That is what the Quran has pointed out when it is said:

(68:9) وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝

"Their desire is that you should be pliant so would they be pliant." (You bend a little so shall they bend a little)

That is not possible in the administration of justice and that is why in an Islamic State the Judiciary should be left absolutely free.

Inference.

The entire performance of an Islamic State shall be consistent with the basic concept of Justice as given by the Quran which means that:-

(1) All human beings shall be considered worthy of respect by birth.

(2) All shall be provided equal opportunities for the development of their potentialities.

(3) The position in the society of each individual shall be

1. All human beings be considered equal by birth and worthy of respect.
2. All be provided with equal opportunities for the development of their potentialities.
3. Their position in society be determined by their personal capabilities.
4. Every body be provided task, befitting his capabilities.
5. No body shall be denied his basic fundamental rights.
6. The settlement of disputes, shall be subjected to the laws provided by the Quran and it shall be equally applicable to all.

The holy Quran has emphasised:

(16:90) إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ....

"Surely Allah commands Justice."

This is an order which is without exception, so much so that even an enemy must get justice:

(5:8) لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ....

"Let not the hatred of others to you make you serve to wrong and depart from justice. Be just. That is nearer to piety."

Justice also demands that the punishment for a crime should be based on the law of equality:

(2:179) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ....

"O ye men of understanding! in the law of equality there is (the secret of collective) life for you."

Punishment should be proportionate to the crime:

(42:40) وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ....

"The recompense of an injury, is an injury equal thereto (in degree): but if a person forgives (the one who has committed a crime) and makes reconciliation, his reward is due from Allah."

Justice also demands that only the one who has committed a crime

(5:101-102) مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ

"O ye who believe! ask not question about things which if made plain to you may cause trouble. But if you ask about things when the Quran is being revealed, they will be made plain to you: Allah will forgive those: for Allah is often forgiving, most forbearing. Some people before you did ask questions, and on that account; lost their belief."

Thus to discuss the details of the Quranic principles shall be the duty of the Legislature of an Islamic State. The principles shall remain immutable but additions and alterations shall be made in the details, according to the needs of the time. Regarding these principles it is said:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (6:115)

"The code of divine laws is perfected in truth and in justice. None can change His laws, for He is the One Who is All Hearing and All-knowing."

No addition, alteration or compromise is allowed in these revealed laws- وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ

"But when Our clear signs are rehearsed unto them, those who rest not their hope on their meeting with Us, say: "Bring us a Reading (a code of laws) other than this, or change this." Say it is not for me, of my own accord, to change it.. I follow naught but what is revealed unto me: If I were to disobey my Rabb, I shall myself fear the penalty of a Great Day (to come)." (10:15)

Inference.

"The Legislature of an Islamic State shall have the right to frame bye-laws according to the needs of its respective age within the boundry wall laid down by the immutable Quranic principles. These principles could never be changed but the bye-laws within their boundry line could be framed by mutual consultation; and any change addition or alteration could be made in them as required. No law, could be enforced in an Islamic State, which surpasses the boundry wall laid down by the Quranic principles.

JUDICATURE

Administration of justice

The entire organisation of an Islamic State revolves around Justice. Justice means:

Inference.

In order to conduct the affairs of an Islamic state, the centre shall comprise the head of the state and his consultative machinery (مجلس شوریٰ). Under this there shall be the government executives of lower ranks to whom powers shall be delegated by the Centre. The individuals of the state shall have the right to appeal against the decisions of the executives of lower ranks; but the decision of the centre shall be considered as final. The head of the state, his مجلس شوریٰ or (ministers of his cabinet), members of the legislature (or the Parliament), all other executives or functionaries of the lower ranks belonging to the government machinery shall be subject to the following conditions-

1. They shall be conversant with the Quranic principles and injunctions.
2. They shall be competent to carry out their respective jobs, including the knowledge of current affairs.
3. Righteousness and integrity of character.
4. Capability of performance without base sentiments and personal gains.
5. Wisdom, maturity and good health.

If any body, at any time is not able to fulfil the conditions described above, he shall be suspended or dismissed, through the same channels which selected or appointed him.

The Powers of Legislature

The holy Quran has provided guidance in principle and (with few exceptions) has not given the details. A splendid book meant for guidance in all ages ought to be one like this; because the principles for the life of man are immutable but their details cannot remain immutable for all ages. They ought to change with the changing time. During the period of descent of the holy Quran certain people demanded for the details of the principles given in the Quran but Allah Almighty prohibited such demands firmly and said:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا
حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ... (4:6)

"Make trial of orphans untill they reach the age of marriage; if then you find sound judgement in them, release their property to them."

The age of maturity for undertaking much more responsible jobs may be considered as 40 years. The Quran says:

(46:15) .... حَتّٰىٓ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً

"When he reaches the age of full strength and attains forty years."

It means that maturity in man, comes in an advanced age.

The fourth condition for the government functionaries which is more important than the others, is

(a) that these persons ought to be well acquainted with the divine law.

(b) Those who do not follow their sentiments and personal gains.

(c) and those whose cause has not gone beyond all bounds.

Those devoid of these qualities should not be obeyed:

.... وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمْرُهٗ فُرُطًا

(18:28)

"Do not obey any whose heart We have permitted to neglect the remembrance of Us, one who follows his own desires, whose case has gone beyond all bounds.

Unfitness

Any executive authority whose deeds are incompatible with the divine command, his authority shall be confiscated:

(11:46) .... إِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ....

"He is not one of you, for his conduct is unrighteous."

However, it ought to be clear that the conditions of unfitness, are not confined to the lower ranks only. These are applicable to all ranks from above downwards and to each branch of the government e.g. members of the Parliament (or consultative council), ministers, even the head of the state - All shall be bound by the conditions of fitness and unfitness described above.

"Whatever it be wherein you differ, the decision thereof is with Allah."

It means that although the officials of the lower ranks shall also make decisions according to the Quran but if any body differs from their interpretation, he can appeal to the centre and the interpretation by the centre shall be considered as final. The centre itself shall not comprise a single person but it shall consist of consultative and advisory council of the head of the state. Thus the Rasool (*p.b.u.h.*) received the following instruction-

(3:158) .... وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ....

"Consult them in affairs (of moment). Then when you have taken a decision, put thy trust in Allah. (i.e. enforce it with firmness)."

Conditions for the fitness of government officials-

Ist condition:

(4:58) إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ....

"Verily Allah commands you to render back the trusts to whom they are due."

The Quran lays great emphasis on rendering back the trusts to whom they are due. On the other hand, the reigns of power being the biggest and most sacred trust that any human beings can entrust to their follow human beings, it is imperative that those who are given power, must be most trust-worthy and most fit persons, those who are capable of deciding the human affairs with full justice and thus fulfil the responsibilities entrusted to them.

The second condition for the government functionaries is sound knowledge and sound health. When Allah appointed Hazrat Talût as the commander of Israelites, his qualifications were described as:

(2:247) قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ....

"He said: Allah has chosen him above you, and has gifted him abundantly with knowledge and bodily prowess.

The third condition in choosing the government officials of an Islamic State shall be that of wisdom and maturity. In the case of protection of the property of orphans the Quran states:-

There is nothing like it. As said earlier, no one individual has got the right to rule over another. The above said discussion only means an effective and responsible distribution of tasks.

It shall not be out of place if here we throw some light on the word `Equality'-

Right to Equality - means absence of legal discrimination against individuals, any group of individuals, class or race.

Meaning of Equality - Absolute Equality is in fact an impossible ideal. Equality means that special privileges of all kinds should be abolished. All barriers of wealth, birth, race and colour should be removed, so that no one suffers from any kind of social and political disabilities.

THE ORGANISATION OF GOVERNMENT

CENTRE - The organisation of an Islamic State revolves around this single point that the right to rule belongs to Allah alone which is put in to practice by means of His Book, the Quran. To begin with, this was organised by the Rasool (p.b.u.h.) himself, hence the Quranic term "Allah and Rasool" which means that the Rasool *(p.b.u.h.)* was the central authority of that organisation. His successors inherited that central authority after his death. For example Hazrat Abu Bakar Siddiq (the first Caliph) performed the same function as the Rasool *(p.b.u.h.)* himself during his life time.

Government Officials-

The centre appoints its functionaries or the Government officials, called اولو الامر in the Quranic terminology, which mean Executives. An appeal to the centre is permissible against the decisions of these Executives, but the decision of the centre shall be the final. Thus it is said: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

(4:59) فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ....

"O Ye who believe! obey Allah and obey the Rasool and those charged with authority among you. If you differ in anything among yourselves, refer it to Allah and His Rasool (i.e. to the centre).

The centre shall decide the dispute according to the holy Quran:

(42:10) وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ....

"Before this We wrote in Psalms, (or any other divine book) after giving the message, that My (Salihoon) righteous servants shall inherit the earth."

In modern terms we shall call it Executive. Above this is a category called Legislature. This is the circle of "Muttaqeen":-

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ
وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ
إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (2:177)

"It is not righteousness that you turn your faces towards East or West; But it is righteousness - to believe in Allah, and in the life hereafter, and in the angels, and in the Book, and the Messengers; to spend of your substance, inspite of your love for it, for your kin, for orphans, for the needy, for the way-farer, for those who ask and for the ransom of slaves; to be steadfast in establishing a social order consistent with the divine laws and practice regularly the nourishment of humanity; to fulfil the contracts which you have made; and to be firm and patient in pain (or suffering) and adversity and throughout all periods of panic. These are the ones who prove the truthfulness of their belief and these are the ones who are متقون `Muttaqoon'.

Amongst the `Muttaqeen' the one whose life is most consistent with the divine laws, shall be most worthy of respect (49:13) "The most honoured of you in the sight of Allah is (he who is) the most righteous of you." Such a person shall be the chief or President of an Islamic state.

From the above `Ayats' it is clear that the Quran inspite of its active support for the equality of human beings, accepts the diversity of ranks amongst individuals, on the basis of their personal qualities. Thus the distribution of tasks in the organisation of an Islamic State shall be according to the fitness of the individuals for their respective jobs and their lives being consistent with the Quranic teachings.

However it must be kept in mind th ll that has been said above does not means that upper and lower cl s exist in an Islamic State.

"It is He who both made you the inheritors of rule on the earth and has exalted some of you in rank above others, that He may try you by the gifts He hath given you."

The Quran has given different epithets to the individuals belonging to the Muslim Ummah: for example, "Muslimeen", "Momineen", "Saliheen", "Muttaqeen" etc. generally these terms are interpreted to have similar meanings, but at certain places they mean differently, which reveals the fact that the distribution of tasks amongst the individuals of Muslim Ummah be made according to their personal capabilities and actions. Accordingly the lowest in rank shall be `Muslimeen' i.e. those persons who have submitted to the rule of an Islamic state, but they are not yet sufficiently educated and trained to become the firm believers.

It is said:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ (49:T4)

"The desert Arabs say, `We believe'. Say, `you have no belief; but you should say, `We have submitted our wills to Allah. For not yet belief has entered your hearts."

On the other hand there is category about whom it is said:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

(49:15)

"Only those are believers who have believed in Allah and His `Rasool', and have never since doubted, but have striven, with their belongings and their persons, in the cause of Allah. These are the ones who are true in their belief."

As the circle of believers progresses in their belief they enter the category of Saliheen':

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾

(29:9)

"And those who believe and work deeds consistent with the divine law, them shall we admit in the company of (Saliheen) righteous."

Saliheen are those people whose latent potentialities are actualised to the extent that they become capable of taking charge of the administration of an Islamic State. For them it said:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ (21:105)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ
(3:105) وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

"Be not like those who are divided amongst themselves and fall into disputations after receiving clear signs: for them is an awful doom."

The disappearance of differences is a `Rahmat' of Allah:

(11:118-119) .... وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ....

"But they will not cease to dispute, except those on whom He has bestowed His `Rehmat'."

In a state like this the individuals join together in the mutual teaching of the truth and of patience and constancy:

(103:3) وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

"Who exhort one another to truth and exhort one another to endurance."

They cooperate with one another in matters of broad mindedness and matters consistent with the divine laws:

(5:2) .... وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ....

""Help yee one another in righteousness and piety."

Inference.

In an Islamic state the people as a whole in the capacity of being a single party shall form the government and the presence of religious sects and political parties shall be strictly prohibited.

As it is difficult to eliminate religious sects in one stroke. These can be gradually eliminated under the Quranic guidance and practice.

Distribution of tasks

In an Islamic State as said above, `Milat-e-Islamia' shall be a single party. Tasks for running the government machinery shall be distributed according to the different capabilities of individuals:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ....

(6:165)

According to the holy Quran, the establishment of a government shall be the duty of 'Milat-e-Islamia' and this shall be carried out by their mutual consultation. Thus an Islamic state shall be "Jamhooria Shordiyya" i.e. "democracy by consultation", "with the provision that the rights of the people shall be within the boundry-line laid down by the Quran and there shall be no addition on alteration in it. There shall also be no trace of Theocracy. The government shall only be a machinery to enforce the Quranic laws, injunctions and principles.

Party System-

According to the holy Quran the Ummah as whole is a party. The presence of religious and political parties within this party is 'Shirk' i.e. to join gods with Allah. Thus it is said:

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝
مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

(30:31-32)

"Turn unto Him (and Him alone) and be afraid (of the consequences of turning away from his laws), establish State (i.e. a social order based on his guidance) and be not among those who follow laws other than His and thus set up peers to Allah (i.e.) be not of those who create cleavage in their social order and resolve themselves into various sects, where each sect is obsessed with its own view of it."

At yet another place it is said:

(6:159) إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ....

"Those who create cleavage in "Deen" (i.e. the way of life prescribed by Allah) and divide themselves into sects (O Messenger of Allah) you have nothing to do with them."

Oneness of Ummah is the basic demand. Allah ordains-

(3:103) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ....

"O you who believe!) Hold fast, all of you together, the cable of Allah (i.e. the way of life Allah has prescribed for you) and be not divided among yourselves."

Sects and parties are the source of differences and differences among the people is a great (عذاب) misfortune: Thus it is said:

wherein they differed."

Thus all differences shall be solved by accepting the Quran as the basis of the constitution of an Islamic State.

Practical Enforcement of the Book of Allah-

Inheritance of the Book-

A book (may be any) is after all a collection of words. Its practical enforcement needs a living authority. In an Islamic Constitution this authority is not entrusted to any particular individual or a group of individuals. It is rather entrusted to the entire Muslim Ummah which inherits this book.

(35:32) .... ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

"Then We have given the Book for inheritance to such of Our servants, as We have chosen."

As described earlier, it is the duty of an Islamic State to establish a rule consistent with the Quranic laws and basic principles. In Quranic term, it is called امر بالمعروف ونہی عن المنکر which means to order what is lawful according to the Quran and to prohibit what is unlawful. This is the duty of the Ummah as a whole. Thus it is said:

(3:110).... كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

"You are the best of peoples, evolved for mankind enjoining what is right, forbidding what is wrong."

Mushawarat - the Ummah shall fulfil this duty by means of consultation:

(42:38) .... وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ....

"Who conduct their affairs (of the state) by mutual consultation."

But it must be remembered, that the Quran provides guidance only in principles and leaves the details to be decided by mutual consultation. The Quran, however, does not provide the machinery for consultation and has left it at the discretion of ummah to provide it according to the needs of the time.

Inference.

establishment of a government according to the Book of Allah".

From the above it is clear that in a country inhabited by Muslims, the constitution of the State is bound to be one according to the holy Quran. A Muslim accepts this basic reality that he shall lead a life subject to the Quran. But in case if one is desirous of a constitution other than that of the Quran, he is free to leave and join another religion. It is not possible that he being a Muslim accepts any Constitution other

Inference. -

the state the sovereignty in practice shall be that of the holy Quran which means that the government shall be established according to the Quran. and nothing against it shall be accepted.

This book, the Quran, is clear and explicit-

(36:69) .... إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ

"This is no less than a message and a Quran making things clear."

It is easy to understand:

(54:32) .... وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

"And We have indeed made the Quran easy to understand and remember."

It is not complicated:

(18:1) .... وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا

"And hath allowed therein no crookedness."

There is yet another argument which goes in favour of its being a revealed book; it is a book without any discrepancy:

(4:82) أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

"Do they not consider the Quran (with care)? Had it been from other than Allah, they would surely have found therein much discrepancy."

This book has come down to remove differences between man:

(2:213) .... وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ....

"And with them He sent the book in truth, to judge between people

become subservient to a king or a dictator or entrust sovereignty to the people)."

But remember- مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

(3:78) ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ....

"It is not for any human being unto whom Allah had given the scripture and wisdom and the Divine Message, that he should afterwards have said unto mankind, 'Be subservient to me instead of Allah."

Subservience is due to Allah alone.

Sovereignty in Practice-

From the above it is clear that according to the Islamic Constitution, Sovereignty is that of Allah alone. But He does not appear before you personally, He does not talk to any body and no body can see Him. So what shall be the practical shape of His sovereignty in an Islamic state. This Allah explained Himself when He said:

(7:3) اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ....

"Follow the revelation given unto you from your Rabb, and follow not as friends and protectors other than Him."

It means that Sovereignty of Allah is put into practice by means of His Book.

At yet another place it is said:

(4:105) اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ....

"We have sent down to thee the Book in truth, that you might establish the rule between men, as guided by Allah."

There lies a difference between a believer and a non-believer. Thus it is said:

(5:44) .... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

"Those who do not establish a government according to what Allah has revealed, they are the non-believers."

Thus the difference between a secular and an Islamic State is that in the former, the government is run according to the will of the people and in an Islamic State it is according to the Book of Allah. Thus Islam is "the

over another person and the order shall be that of Allah alone."

At yet another place the word مالک الملک (3:25) is used for Allah which means the One Whose sovereignty reigns supreme in a state.

(18:26) .... لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا

"Nor does He share His command with any one whatsoever."

Again it is said:

(95:7-8) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝

"Then what can, after this, contradict thee about 'Deen'. Is Allah not the Supreme ruler?"

Inference.

The Sovereignty in an Islamic State shall be that of Allah. None else besides Him shall have the sovereign power.

4. Muslim - One who accepts the above-said basic clause of the Islamic constitution, shall be called a MUSLIM and by its acceptance he shall become the citizen of this State. The Qur'an says:-

(21:108) قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

"Say: O Muhammad! What has come to me by inspiration is that your Sovereign is One God only, will you therefore explain if you accept His sovereignty?"

The same is meant by pronouncing the words لا إلـه إلا الله i.e. the acceptance of the sovereignty of Allah. Those who accept this principle that He is مالك يوم الدين are the people who say (1:4) "We are subservient to you alone" إياك نعبد

This reality is further explained as follows:-

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ
(12:40) وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

"The command is for none but Allah. He has commanded that you do not accept the subservience of any body except Him. That is straight and balanced way of life, but most men understand not (they either

boundary line for human actions. On the other hand man is free to solve his day to day problems by means of his intellect. Rather the holy Quran impresses upon man, at every step, to use intellect, but that his decisions should remain within the four walls of the fundamental principles. The Islamic Social Order although it has got its roots in the past, could not undergo evolution, on account of the change of Caliphate into Kingship which paved the way for the inroad of unislamic ideals into the Islamic Order brought about by the Rasool (Peace be upon him). The present constitution of the Islamic Republic of Pakistan, is not based on the fundamental principles of the Quran. It is more or less a secular constitution, although on the face of it are written the words, "Islam to be the State religion.

Now a pertinent question arises, WHAT ARE THE BASIC PRINCIPLES OF THE CONSTITUTION OF AN ISLAMIC STATE. Please allow me to describe the said principles in the following lines:-

Quranic terminology-

1. The word الدین "Ad-Deen" provided by the holy Quran covers all the modern terms like "organisation of State", "Code of laws" and "Constitution" etc.
2. The Quran dislikes anarchy and ordains a constitutional life. Th period in which human beings lead a life consistent with the divine laws is termed as یوم الدین
3. Sovereignty - the words اللہ (ال الہ) mean the Sovereign power to whom subservience by all is due. Thus based on the above-said attribute a specific term مالک is used for Him. In Sura-al-Fatiha, the opening Chapter of the Quran it is said that He is مالک یوم الدین (1: 3) which means that in the true constitutional life of man the sovereignty shall lie in Allah alone. The Quran further explains itself. Thus it is said:

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ۝ ثُمَّ مَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ۝
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ۝

(82:17-19)

"And what will explain to thee what is یوم الدین ?

"Again, what will explain to thee what is یوم الدین ?

After this Question, the Quran produces the answer itself by saying: "The Day (or the period) when no one person shall exercise sovereignty

disruption amongst the Muslim Ummah. The practice of keeping the basic technical terms of the Quran ambiguous started since the joint conspiracy of the Muslim kings and the Muslim clergy. The clarification of the true concepts of these terms such a ' Rule of Allah' brings to an end the monopoly of the Pharaohs and the Hamans. Anybody who shall dare to project the real and practical meaning of these terms shall be the benefactor of Muslim Ummah and shall be capable of initiating the progress of Islam. Unless this is done, you can not expect the renascence of the 'Deen' of Islam.

Constitution.

Every state needs some kind of order, some system by which a reasonably orderly process of Government may emerge. Without such an order there is anarchy. The order or the constitution must lay down certain rules which define the organs of the government and how they originate, their mutual relationship and the relationship between government and the people over which the authority is exercised.

Some constitutions are cumulative or evolved and other are conventional. The former is the accumulated material which has moulded and shaped the political institutions of a country. Such a constitution is not made, it grows, with the roots in the primitive past. The edifice it presents is the accumulated wisdom of the past and the result of numerous customs, usages, traditions, principles and judicial decisions which have influenced its development. The conventional constitution on the other hand is the result of deliberate efforts of man.

The parliament in the above said costitution is sovereign. There is no law which the parliament can not make and there is no law which the parliament can not unmake.

The Islamic constitution, on the other hand has got its own peculiarities. The Islamic Social Order is a combination of PERMANENCE AND CHANGE. Its fundamental principles which are the principles of the Quran are immutable and form a

essential to give it a definite meaning, so as to avoid ambiguity. He thus proclaimed:

> "'The superiority of the concept of an Islamic State must always be kept in mind that in it the pivotal point is the subservience and faithfulness to Allah's personality; and the practical source of putting it into practice are the injunctions and the principals of the holy Quran. In Islam the subservience, in reality, is not due to a king, nor to .parliament, nor to any other person or institution It is only the Quranic injunctions which establish the boundary lines of our freedom and restrictions in politics and in society. In other words the Islamic rule is the rule of Quranic principles and laws, and in order to establish rule you need a territory or a state." (Interview in Hyderabad Daken).

The above said concept proclaimed by the Quaid-e-Azam is an established concept of the holy Quran. From this any body can understand what is meant by the words 'Rule of Allah'. After this event, no body felt the necessity of asking anymore question from the Quaid-e-Azam and no body could dare to differ with him.

Consequently the only way to establish the 'Rule of Allah' in the state of Pakistan, is to base all decisions on the Quranic injunctions, laws and permanent values of the holy Quran. This shall solve the existing differences amongst us. In so doing, the Quranic Measure' shall be in every body's hand which could tell us whether the Islamic state has been established or not, and what is Islamic and what is not Islamic? This was what it meant when Hazrat Umar the second caliph of Islam Proclaimed " Hasabna Kitab Allah," (the book of Allah is sufficient for us) Now we have kept the basic technical terms such as'Nizam-e-Mustafa' ambiguous, and we are wandering about aimlessly, with feelings of self deceit; and any thing that is being done in the name of Islam, not only that it goes waste, it becomes a source of

(2) The other reason for our inability to achieve the goal of an Islamic rule in Pakistan is the ambiguity that encircles the word ' Nizam-e-Mustafa' which is often used for the Islamic Social Order.

When we venture to establish the ' Rule of Allah', in our state affairs, the foremost question that arises, is about Allah Himself. Allah is invisible. He is transcendent i.e., permanently evades the universe. He is also immanent which means that you can not find it out, by means of an experiment, what He is? Human being is finite while Allah is infinite. Thus it is not possible for a man to realise the nature of Allah's personality. Allah does not issue orders to humen beings directly. So what is the significance of the 'Rule of Allah' in human affairs? What is the criteria at our disposal to realize that Allah's sovereignty has in reality come into effect in our State affairs ? If the answer to the above said question is not definitely established, you are not in a position to realize what is 'Rule of Allah,'nor can you expect the desired results of your doings. I declare it on the basis of our experience in Pakistan. Like the words 'Hakumat-e-Khudawandi' (Rule of Allah), the words 'Islami Hakumat', 'Islami Nizam','Islami Mumlekat', 'Islami Qawanin'. 'Islami Shariat', 'Islami Muashira', are frequently used by our speakers, writers, as well as media. There was a time when the above said words had the force of bringing about a revolution and create a life of 'Jannah' on the earth. But now these are totally ineffective. Why?, Because earlier these words had an established meaning and now these are used as a mere slogan. Not only that now they can not produce the desired results but any body can use them in order to achieve his own nefarious designs. Any thing that fits into some body's whims and wishes, is labelled as Islamic. On the other hand there are others who differ from it. No body is in a position to judge as to what is right and what is wrong. Such differences arise because the meaning of these terms remain un-established.

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, when he used the words ' Rule of Allah' or the words "Islamic State" thought it

In the Name of Allah, the Rahman, the Raheem

RULE OF GOD IN STATE AFFAIRS (ITS PRACTICAL APPLICATION)

by

Dr. Syed Abdul Wadud

The holy Quran says: " The right to rule is for none but Allah. It is commanded that you obey none but Him." (2:40).

This is an injunction of the Quran in which we Muslims are ordained to give a practical shape to the Rule of Allah in our state affairs, by means of establishing an Islamic Social Order. In our country Pakistan, inspite of the intense desire of the majority of people, we have been unsuccessful in achieving this goal on account of the following reasons:-

(1) The constitution of the Islamic Republic of Pakistan begins with the preamble as follows:

> "Whereas sovereignty of the entire universe belongs to Allah Almighty and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust."

These words of the preamble are the prototype of the figure 786 which we often write on the top of our letters and which has got nothing to do with the contents of the text; because besides the preamble the entire contents of the constitution are based, not on the sovereignty of Allah but on the sovereignty of the people of Pakistan. There is no going away from the fact that the modern democracy is based on the sovereignty of the people. Thus the establishment of an Islamic Social Order in this country is practically impossible in the presence of these two incompatibilities," the sovereignty of Allah" and "the sovereignty of the people."